بچوں کا
ہلال
رام پور
2881
5/-
ABCDE

اللہ
ارے! یہ کون صاحب ہیں؟
اور ان کے ہاتھ میں کیا ہے؟
یہ کیا کر رہے ہیں؟
یہ بُن کر ہیں!
یہ کپڑا بُن رہے ہیں۔
کپڑا ہمارے کام آتا ہے۔
کپڑا سلوا کر ہم پہنتے ہیں۔
پلنگ اور تخت پر بھی ہم کپڑے بچھاتے ہیں۔
یہ ہاتھ سے کپڑا بُن رہے ہیں۔
کپڑا بڑے کارخانوں میں مشینوں سے بھی بُنا جاتا ہے۔
مشینیں انسان نے بنائی ہیں — مگر انسانوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟
اُسے مشینیں بنانے کی عقل کس نے دی ہے؟
بولو بچو — اللہ اللہ۔
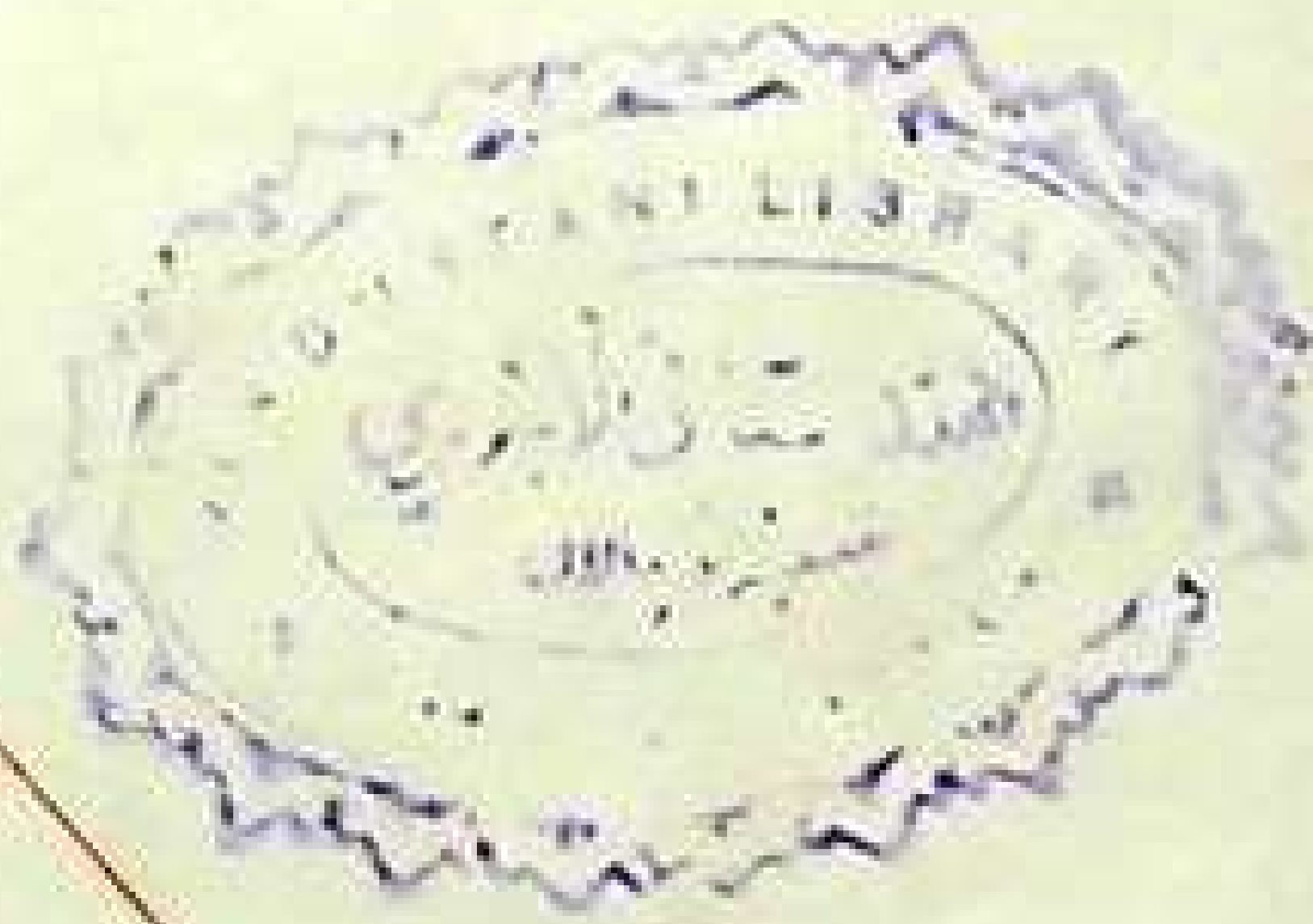
بچوں کا ہلال

شمارہ ۲۴۰ جولائی ۱۹۹۲ء

مدیر طابع وناشر: عبد الملک سلیم

ترتیب کار: مرتضیٰ ساحل تسلیمی

حسن کار: اعجاز محمود

مالکان: ادارہ الحسنات۔ رامپور

ایک شمارے کی قیمت -/۵ روپے
سال بھر کے لئے -/۵۰ روپے

مطبوعہ: جے کے آفسیٹ پرنٹرس دہلی

دفتر بچوں کا ہلال
ادارہ الحسنات۔ کھنڈسار کہنہ
رامپور۔ ۲۴۴۹۰۱ فون: ۴۶۵۷

اس دائرے میں سرخ نشان کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا سالانہ چندہ اس رسالے کے ساتھ ختم ہوگیا۔ اب آپ اگلے سال کے لیے -/۵۰ روپے منی آرڈر سے ہمیں بھیج دیجیے۔ اگر ۲۰ جولائی ۹۲ء تک آپ کا منی آرڈر نہیں ملا تو ہم یہ سمجھیں گے کہ آپ کو رسالہ وی پی سے منگانے میں سہولت ہے اس لیے اگلے سال کا چندہ ہم وی پی بھیج کر وصول کریں گے۔ وی پی -/۶۰ روپے کی ہوگی۔ اس میں -/۱۰ روپے وی پی خرچ بھی ہے اور -/۵۰ روپے ایک سال کا چندہ۔ بہتر یہ ہے کہ رقم منی آرڈر سے بھیج کر وی پی خرچ بچائیں۔

ہمیں امید ہے کہ ھلال آپ کو پسند ہوگا اور اس کی خریداری کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔ اگر کسی وجہ سے آئندہ ھلال نہ منگوانا چاہیں تو ہمیں فوراً ایک پوسٹ کارڈ خریداری نمبر کے حوالے سے لکھ کر اطلاع کریں۔

منیجر:- ادارہ الحسنات۔ رامپور ۲۴۴۹۰۱

پہلی بات

بچوں میں عادت ہوتی ہے کہ دوسروں کو چڑانے کے لیے ان کی نقلیں اتارتے ہیں۔ نقل ہمیشہ بری بات کی اتاری جاتی ہے کہ دوسرے کو ذلیل کرنا مقصد ہوتا ہے۔ یہ بات اچھی نہیں ہے۔ اسی طرح کسی کی غلطی یا کسی کمزوری پر اس کا مذاق اڑانا بھی برا ہے۔ مثلاً ایک آدمی کی ایک ٹانگ چھوٹی ہے۔ اب اگر کوئی بچہ اس کی طرح لنگڑا کر چلے تو اس آدمی کو دکھ ہوگا۔ ایسا کرنا منع ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ —— "میں کسی کی نقل اُتارنا یا مذاق اُڑانا پسند نہیں کرتا۔ چاہے اس کے بدلے مجھے بہت سی دولت ملے"۔

اللہ کے پیارے نبیؐ نے سچ فرمایا۔ واقعی نقل اُتارنا یا مذاق اُڑانا بری بات ہے۔ اس بات پر اس طرح غور کرنا چاہیئے کہ خدا نخواستہ ہم کانے ہوتے، لنگڑے ہوتے یا بھینگے ہوتے اور ہمیں ہمارے دوست اور ساتھی کانا، لنگڑا یا بھینگا کہہ کر چڑاتے تو ہمیں کتنی تکلیف ہوتی، کتنا غصہ آتا۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی کے اس طرح چڑانے پر ہمیں اللہ سے یہ شکایت ہوجاتی کہ اس نے ہمیں ایسا کیوں بنایا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جیسا بنایا ہے۔ اپنی حکمت سے بنایا ہے۔ اگر اس نے ایک بری چیز دے بھی دی ہے تو اس کے مقابلے میں ہزاروں خوبیاں دی ہیں اس لیے ہمیں اپنے دوستوں کی کمزوریوں کا مذاق اڑانے کے بجائے ان سے پیار محبت سے پیش آنا چاہیئے تاکہ وہ اپنی کمزوری پر اپنی نظر سے نہ گریں اور انکے دل میں یہ حسرت نہ پیدا ہو کہ کاش ہم ایسے نہ ہوتے۔

خدا حافظ
تمہارا بھائی:- عبد الباری وسیم

قربانی

جنید اختر
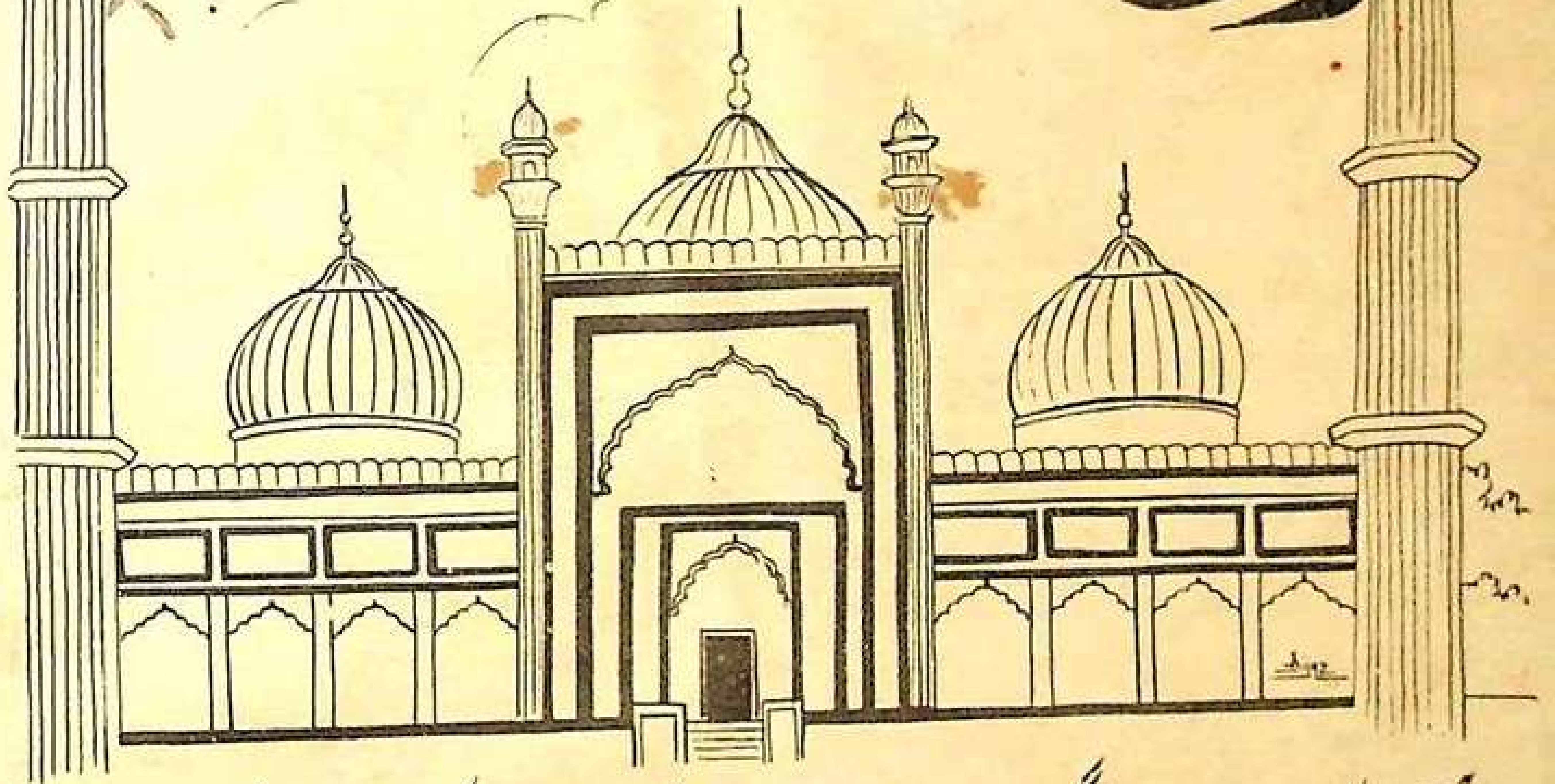
آج عید کا دن ہے سب لوگ نہا رہے ہیں
نئے نئے کپڑے پہن رہے ہیں۔ مرد عید گاہ جانے
کی تیاری کر رہے ہیں ـــــ عورتیں اچھے
اچھے کھانے پکا رہی ہیں ـــــ پلاؤ، زردہ، کباب
دہی بڑے اور سویّاں۔ ہمارے گھر بھی یہ سب
کچھ ہو رہا ہے۔ امّی کھانا پکا رہی ہیں۔ باجی گھر کو
سجا رہی ہیں۔ ہر طاق اور الماری جھاڑ رہی ہیں
چیزیں قرینے سے لگا رہی ہیں۔ چارپائیوں پر
بستر بچھا رہی ہیں۔ آج سب لوگ بہت
خوش ہیں۔ شاہین بھی، جاوید اور پرویز بھی،
میری خوشی کا تو ٹھکانہ ہی کیا۔

کپڑے بدل کر عید گاہ گئے۔ نماز پڑھی
اور گلے ملتے واپس آ گئے ـــــ امّی نے کھانا
لگا دیا۔ سب نے کھایا۔ آج کے کھانے میں
بڑا مزہ آیا۔ وہ تو پیٹ بھر گیا، نہیں تو میرا
کھانا چھوڑنے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا۔

امّی اور ابّو نے دس دس روپیہ عیدی
دی۔ بھائی جان نے پانچ روپیہ دیئے
اور دادا میاں نے بھی دس دس روپے ہی
دیئے۔ ہمارے پاس ڈھیر سے پیسے ہو گئے
بھائی جان کے ساتھ عید کے میلے گئے۔ بہت
سی چیزیں خریدیں۔ میں نے اپنے لیے ایک

قلم اور ایک لوڈو خریدا۔ شاہین نے اپنے
لیے گڑیاں لیں۔ جاوید نے ٹرٹر کی گاڑی
پسند کی اور پرویز نے غبارے۔ اسی طرح ہم
نے عید منائی۔

عید تو گزر گئی مگر یہ سمجھ میں نہ آیا کہ
یہ عید کہاں سے آگئی۔ شاہین نے ابّو سے
پوچھا بھی کہ ــــ "ابّو عید ابھی تو گئی تھی،
اتنی جلدی کیسے آگئی؟"

ابّو نے سمجھایا ــــ "بھئی عیدیں دو ہوتی
ہیں۔ ایک "عیدالفطر" اور دوسری
"عیدالضحیٰ" لوگ "عیدالضحیٰ" کو "بقرعید"
کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔"

"مگر ابّو! عید تو رمضان کے بعد آتی
ہے۔ پھر آپ نے بتایا کیوں نہیں ہم چھت
پر سے عید کا چاند دیکھتے۔" شاہین نے
کہا۔

ابّو مسکرانے لگے پھر بولے ــــ
"بھئی واہ" اب دیکھ لو آسمان پر کتنا بڑا
چاند ہے۔ یہ عید چاند کی دس تاریخ کو
ہوتی ہے نا"؟

"اور ابّو یہ جگہ جگہ قربانی کیوں ہوتی
ہے؟" ــــ میں نے پوچھا۔

ابّو نے بتایا ـــــ "ایک نبی تھے
حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ تو تم جانتے
ہی ہو ناکہ نبی کسے کہتے ہیں؟ نبی اللہ کے ان
نیک بندوں کو کہتے ہیں۔ جنہیں اللہ نے دُنیا
والوں کو اچھی اچھی باتیں بتانے کے لیے
بھیجا تھا۔ نبی دُنیا والوں کو اچھی باتیں
بتاتے تھے، بُرے کاموں سے روکتے تھے
سیدھے راستے پر چلنا بتاتے تھے۔ نبی
بُرائی کو مٹانے آتے تھے۔

تو کیا اب نہیں آتے ہیں؟" جاوید بیچ
میں بول پڑا۔

"نہیں، اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔
ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم آخری نبی تھے۔" ابّو نے کہا پھر آگے
کا قصہ بتانے لگے۔

"ہاں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی
ایک ایسے ہی نبی تھے۔ اللہ میاں نے ان
کا امتحان لے کر یہ دیکھنا چاہا کہ یہ مجھ سے
زیادہ تو کسی سے مُحبّت نہیں کرتے ہیں؟"

"اللہ میاں نے امتحان میں کیا پوچھا"
ـــــ جاوید نے کہا۔

"یہ سب کچھ بتاؤں گا۔ سُنو تو سہی۔ اللہ
میاں نے پوچھا کچھ نہیں، بس یہ کہلا بھیجا
کہ اپنی سب سے قیمتی چیز میری راہ میں
قربان کردو ـــــ تمہیں معلوم ہے ان کے
پاس سب سے زیادہ قیمت والی کون سی
چیز تھی؟"

سب ایک دوسرے کا مُنہ تکنے لگے۔

ابّو نے بتایا —— " وہ قیمتی چیز اسمٰعیلؑ
تھے۔ اسمٰعیل علیہ السّلام ان کے بیٹے تھے۔
دیکھو نا، باپ کے لیے بیٹے سے زیادہ قیمتی
چیز اور کیا ہو سکتی ہے۔ ابراہیم علیہ السّلام
نے بیٹے سے بات یہ کہی انھوں نے کہا
" ابّا جان پھر دیر کس بات کی ہے
اللہ کا حکم ہے تو جلدی پورا کیجیے "
...... " باپ بیٹے کو لے کر " منیٰ " آئے۔
منیٰ ایک جگہ کا نام ہے۔ ساتھ ہی باپ
نے چھری اور رسّی بھی لے لی۔ باپ نے
بیٹے کو لٹا دیا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام
کے ہاتھ پیر باندھے اور اپنی آنکھوں پر پٹّی
باندھ لی۔ اب باپ نے چھری چلادی ——
مگر یہ کیا ؟ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام ایک
طرف کھڑے مسکرا رہے ہیں اور ایک دنبہ
ذبح پڑا ہے۔ دُنبہ بھیڑ کی طرح کا ایک
جانور ہوتا ہے۔ اللہ میاں تو امتحان لے
رہے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام اس
امتحان میں پورے اُترے۔ اللہ میاں کو یہ قربانی
پسند آئی۔

قربانی اسی یاد میں ہوتی ہے۔ ہمیں
بھی چاہیئے کہ اللہ میاں کی خوشی حاصل
کرنے کے لیے ہم بھی سب کچھ قربان
کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہیں۔

میں نے دیکھا کہ شاہین، جاوید اور
پرویز کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ میرا اور
ابّو کا بھی یہی حال تھا۔ ابّو نے کہا ——
" اب تم سب سو جاؤ "

*

وقت پر کام

سیدہ مشفقہ بانو

"بیٹی نجمہ، او نجمہ، ٹیبل پر بھیا نے گوشت لا کر رکھا ہے اسے فریج میں رکھ آؤ۔" امی نے نجمہ سے کہا۔

لیکن نجمہ اپنے گڑیوں کے کھیل میں مصروف تھی۔ اُٹھ کر گوشت رکھنے کو اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ اس نے وہیں سے جواب دیا۔ "ہاں رکھ دوں گی۔"

حنا کیلا کھا رہی تھی۔ اس نے کیلے کے چھلکے آنگن میں پھینک دیئے۔
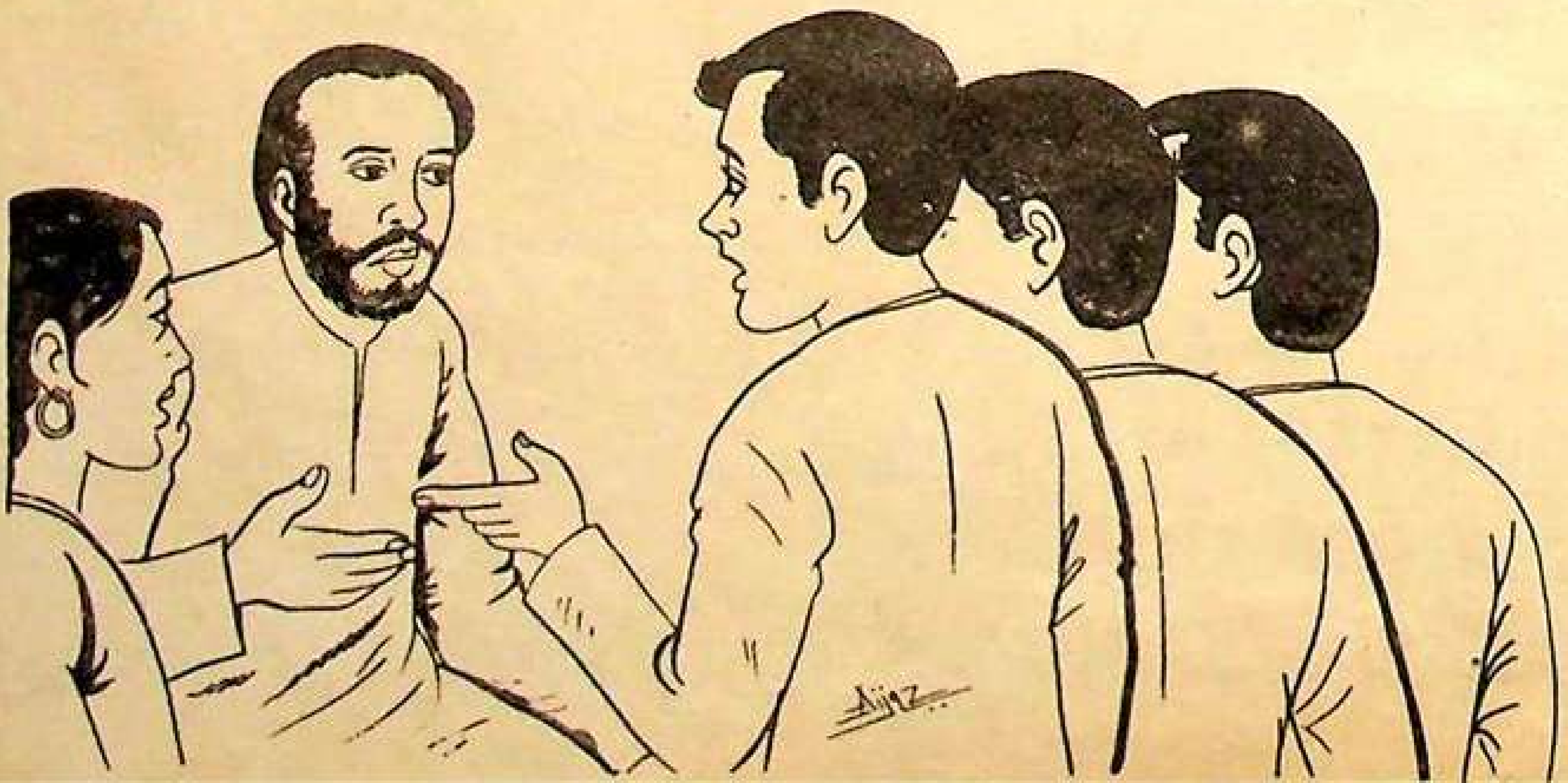
دادی ماں نے اسے سمجھایا "حنا! تمھیں کئی بار سمجھایا جا چکا ہے۔ چھلکے ایسے نہیں پھینکا کرتے۔"

پھر دادی ماں نے نجمہ سے کیلے کا چھلکا ہٹانے کو کہا۔

نجمہ نے پھر وہی جواب دیا "ہاں ہٹا دوں گی۔"

لیکن ابھی تک نجمہ نے نہ کیلے کا چھلکا ہٹایا اور نہ ہی گوشت کو فریج میں رکھا تھا اس کا دل تو صرف کھیل ہی میں لگا ہوا تھا اس نے حنا کو آواز دی "حنا! کیا تم

میرے ساتھ گڑیوں کا کھیل کھیلنے کے لئے تیار ہو؟ اسکول سے جب پنٹو آجائے گا تو ہم تینوں بڑے مزے سے کھیل سکتے ہیں تب تک تم آجاؤ۔ ہاں؟ کہو منظور ہے؟"

حنا نے فوراً ہی نجمہ کی بات مان لی اور اب دونوں مل کر کھیلنے لگیں۔

حنا نے نجمہ سے کہا "چلو چائے بناتے ہیں۔ میں ابھی دُودھ لے آتی ہوں۔"

حنا نے فریج سے دُودھ کا برتن لا کر رکھ دیا۔ اب دونوں آنگن میں کھیل رہی تھیں۔

اتنے میں امی نے کمرے کی صفائی کرتے ہوئے نجمہ کو آواز دی "نجمہ! گوشت رکھ دیا گیا؟ پنٹو اسکول سے آتا ہی ہو گا۔ اس کے آتے ہی جیسے دھوم مچ جاتی ہے۔ اسے پانی دو، کھانا کھلاؤ، اور نہ جانے کیا کیا۔ اس لئے بہتر یہی ہو گا کہ تم ابھی سے چھوٹے موٹے کام نپٹا لو۔ کیونکہ میں پڑوس میں جا رہی ہوں۔ پڑوس کی خالہ بیمار ہیں نا؟ اس لئے؟"
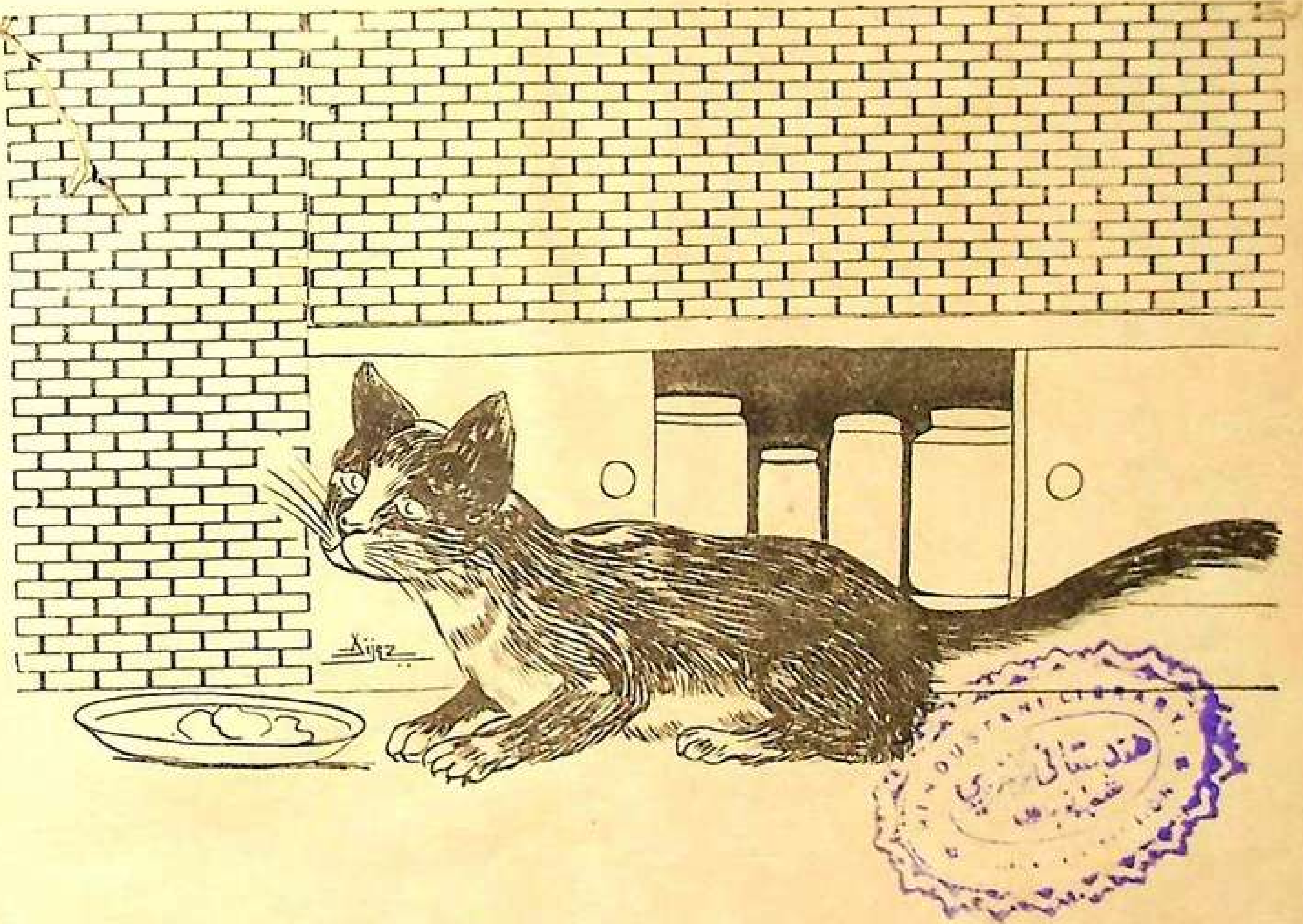
امّی نے کمرے کی صفائی کی اور تیمار داری
کو چلی گئیں۔ دادی ماں اپنے کمرے میں قرآنِ
پاک کی تلاوت کر رہی تھیں۔

نجمہ دس سالہ لڑکی تھی۔ پیاری سی۔ ہر کوئی
اسے چاہتا تھا لیکن ساتھ ساتھ کام بھی
سونپ دیتا۔ اور نجمہ کو کام کرنا بڑا مشکل
لگتا تھا، اسے تو صرف گڑیوں سے کھیلنا اچھا
لگتا تھا آج اس کے اسکول کے ہیڈ ماسٹر
صاحب کی لڑکی کی شادی تھی، اس لئے اسکول
کی گیارہ بجے ہی چھٹی ہو گئی تھی اور وہ وقت
سے پہلے گھر آ گئی تھی۔

گھڑی نے دن کے بارہ بجائے "اُفوہ"
نجمہ نے کہا "مجھے تو ابھی کام کرنے ہیں" یہ
کہہ کر وہ ٹیبل کی طرف بھاگی تاکہ گوشت
لے کر فریج میں رکھ دے۔ لیکن یہ کیا؟ پڑوس
کی بلّی میٹو بڑے مزے سے گوشت کھا رہی
تھی۔ نجمہ نے غصّہ میں آ کر میٹو کو دے مارا۔
میٹو اپنے منہ میں گوشت اُٹھا کر بھاگ گئی
نجمہ میٹو کے پیچھے دوڑی آنگن میں دودھ
کا برتن رکھا تھا، نجمہ کے دوڑنے سے وہ

گر گیا۔ اب آنگن میں دُودھ پھیل چکا تھا پھر بھی۔ نجمہ کب ہار ماننے والی تھی؟ وہ پھر دوڑی۔ اس کا پیر کیلے کے چھلکے پر پڑا اور وہ دھڑام سے گر پڑی، لیکن وہ اُٹھی اور پاس ہی پڑی چپل اُٹھا کر میٹو کی طرف پھینکی۔ میٹو بھاگ گئی۔ نجمہ کا نشانہ غلط ثابت ہوا۔ چپل، گھر میں داخل ہوتے ہوئے پنٹو جی کے لگی وہ وہیں کھڑے رونے لگے۔

آوازیں سُن کر دادی ماں اپنے کمرے سے نکل آئیں۔ "کیا ہوا؟"

پوچھنے پر پنٹو نے کہا "اس نے مجھے چپل سے مارا ہے۔ وہ بھی اتنا زور سے کہ میں رو پڑا۔ اوں۔ اوں۔ اوں"

"نہیں، دادی ماں یہ تو بڑا جھوٹا ہے" نجمہ نے پنٹو کو جھوٹا کہہ ڈالا۔

اچھا اچھا... یہ سب چھوڑو اب پنٹو زیادہ چوٹ تو نہیں آئی؟ چلو میں تمھیں کھانا کھلاؤں۔ تب تک نجمہ تم یہ دودھ پانی سے بہادو اور یہ کیلے کا چھلکا کچرے کے ڈبے میں ڈال آؤ، اور حنا تم میرے ساتھ آؤ۔

دادی ماں نے نجمہ کو اچھا خاصا کام سونپ دیا۔ انھوں نے پنٹو کے پیر پر مرہم لگایا، کھانا کھلایا اور تینوں بچّوں کو اپنے کمرے میں بُلا کر اُنھیں سمجھانے لگیں.....

"دیکھو بچّو! ہر کام کے لئے وقت ہوتا ہے اور وہ کام اسی وقت پر ہو جانا چاہیئے۔"

"لیکن دادی ماں... وہ ہوا یہ کہ..." اور نجمہ نے دادی کی بات روک کر سارا ماجرا کہہ سُنایا۔

پھر دادی ماں نے کہنا شروع کیا "جیسا کہ میں کہہ رہی تھی کہ ہر کام کے لئے وقت ہوتا ہے اور وہ کام اِسی وقت ہو جانا چاہیئے۔ اگر ہم کسی خاص کام کرنے کے وقت پر کوئی دوسرا کام کریں تو یہ مناسب نہ ہوگا جیسے نجمہ ہی کی مثال لیجیئے۔ نجمہ سے پہلے کہا گیا کہ وہ فریج میں گوشت رکھ دے، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اور سارا گوشت بلّی کے حصّے کا ہو گیا۔ اس کے بعد اُسے آنگن میں سے کیلے کا چھلکا اُٹھانے کو کہا گیا۔ لیکن یہ کام بھی وقت پر نہ کرنے کی وجہ سے وہ خود گر پڑی۔ اس لئے کام کرنے کے وقت پر کام کرنا چاہیئے۔ کھیلنے کے وقت پر
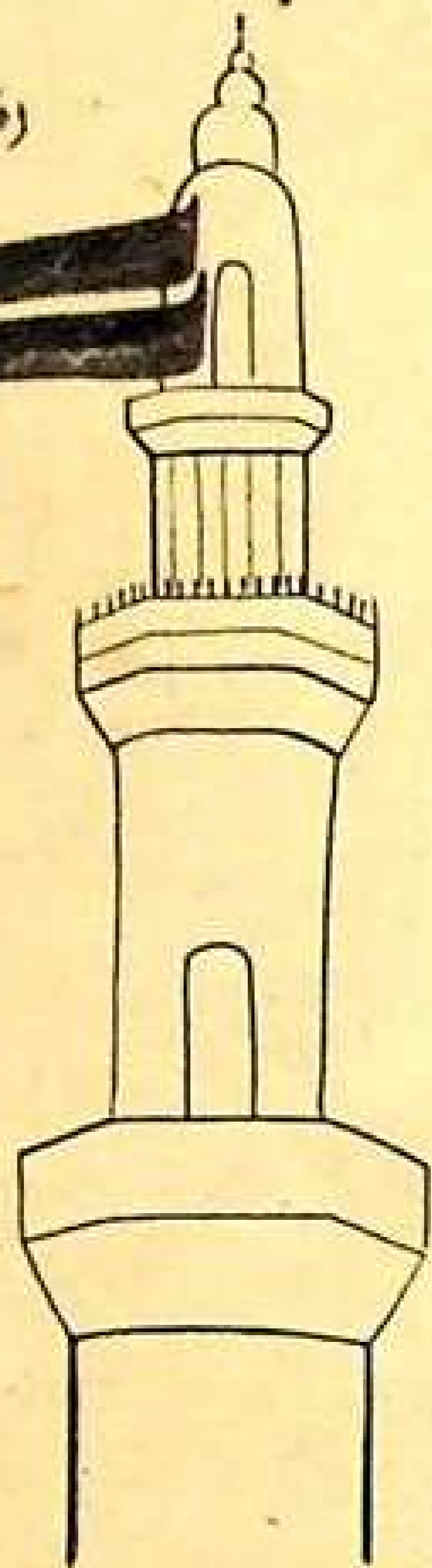
کھیلنا چاہیئے۔ سونے کے وقت پر سونا چاہیئے اور کھانے کے وقت پر کھانا چاہیئے۔ خدا کی قدرت سے بھی ہمیں یہی سبق ملتا ہے کہ ہر کام اس کے خاص وقت پر ہونا چاہیئے۔ جیسے سورج بھی اپنے وقت پر نکلتا ہے اور وقت پر ہی غروب ہوتا ہے۔ چاند اور تارے بھی اپنے ایک خاص وقت پر ہی آسمان پر نظر آتے ہیں۔ بارش بھی اپنے وقت پر ہوتی ہے سمجھے؟"

"دادی ماں! اب میں سمجھ گئی۔ پھر دوبارہ ایسا نہیں ہوگا" اور نجمہ نے اپنے دونوں کان پکڑ لیئے۔

(مرسلہ: ذکیہ کاظمی ــ نلگنڈہ)

گنتی

ایک، دو، تین
اسلام ہے سچا دین

تین، چار، پانچ
سچ کو نہیں ہے آنچ

پانچ، چھ، سات
چھوڑو خرافات

سات، آٹھ، نو
رب سے لگا دو لو

نو کے بعد دس
سبحان اللہ بس

نیکی

محمد عبدالحی

امتحان کا دن تھا، سلیم ایک کتاب لئے نیچی نگاہ کئے، معنی یاد کرتا اسکول جا رہا تھا۔ اچانک اس نے سنا "دوڑو آگ لگی، دوڑو آگ لگی"
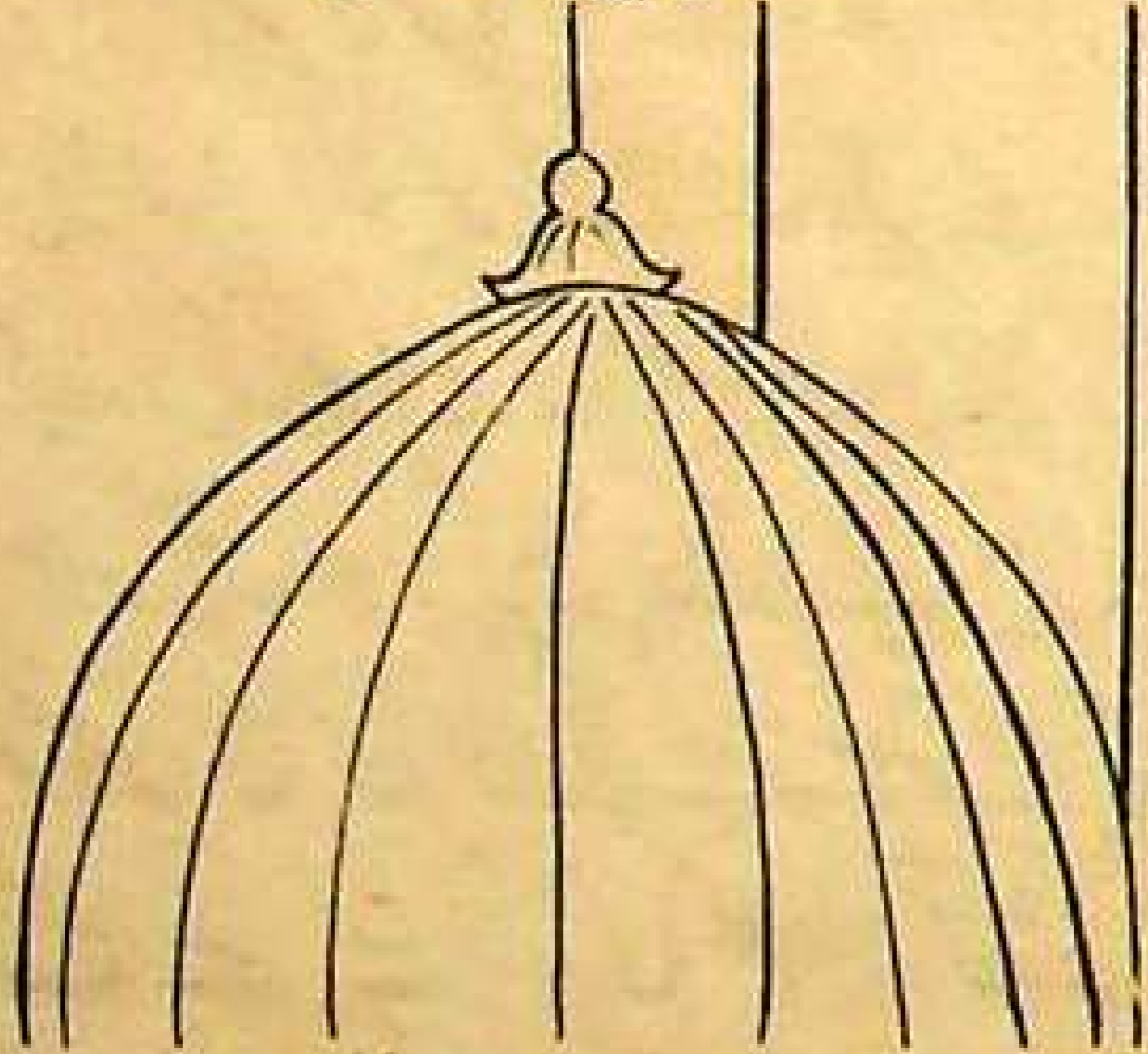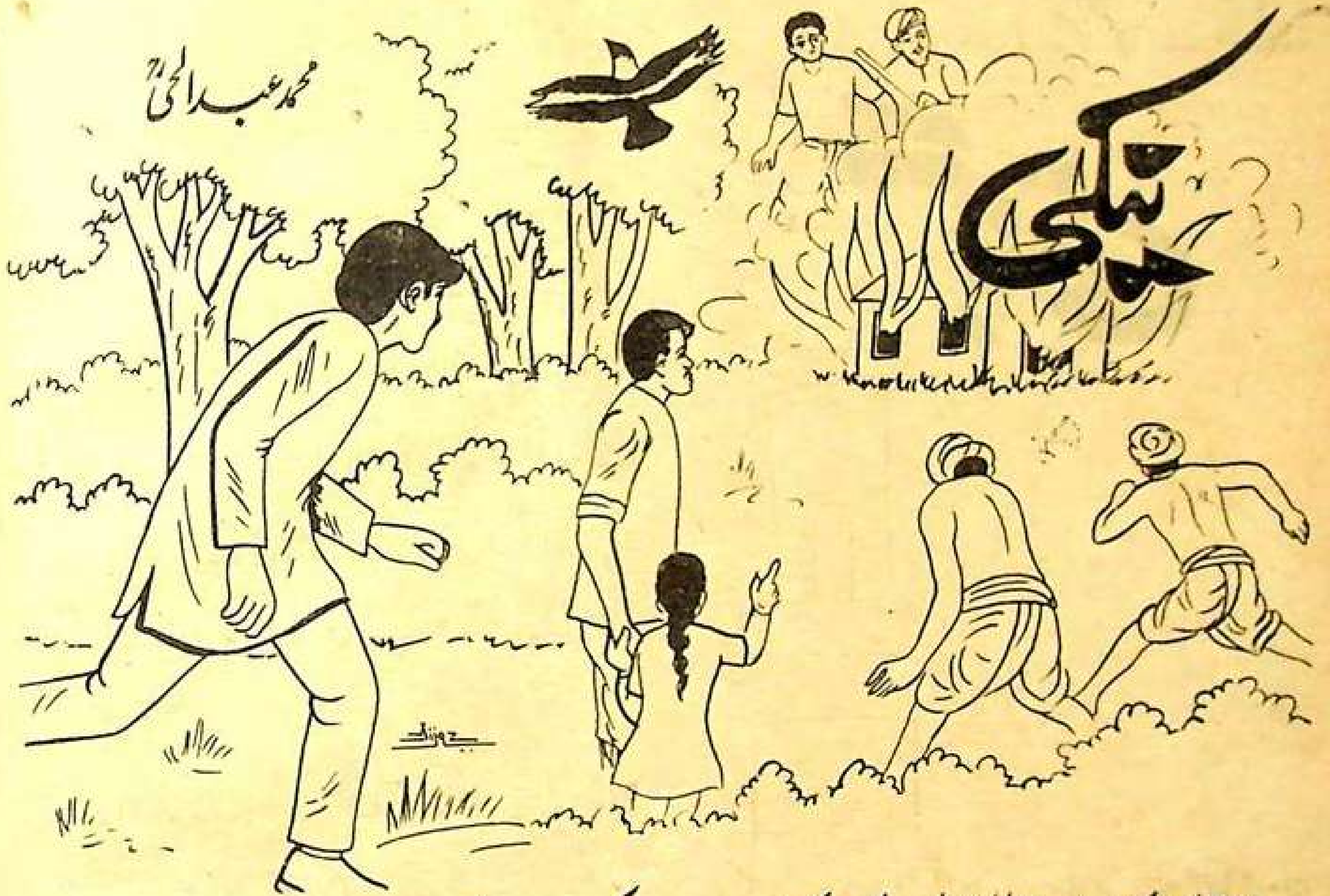
وہ ایک دم رک گیا۔ "آگ! اللہ توبہ!!" سلیم کی زبان سے نکلا، اور وہ دوڑ پڑا۔ ذرا دیر میں اس گھر کے پاس پہنچ گیا۔ دیکھا تو اندر دھواں اٹھ رہا ہے۔ عورتیں اور بچے چلا رہے ہیں اور باہر مکان کی کنڈی لگی ہے۔ سلیم نے لپک کر سب سے پہلے کنڈی کھولی۔ کنڈی کا کھولنا تھا کہ اندر سے بچے اور عورتیں بھاگ کر باہر آئے۔ بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ آتے ہی دس پانچ آدمی تالاب سے پانی لانے لگے اور بہت سے آدمی پانی لے کر آگ پر ڈالنے لگے۔ چار چھ کنوئیں سے پانی بھرنے لگے ــــ کچھ لوگ سامان نکالنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ بہت سا سامان مکان کے باہر ڈھیر ہو گیا..... مکان کی عورتیں اور بچے "ہائے اللہ، ہائے اللہ" چلا رہے تھے۔

سلیم نے بھی آگ بجھانے میں مدد کی،

کتاب ایک طرف رکھ دی۔ اِدھر اُدھر دیکھا ایک چھوٹی سی بالٹی لپک کر لی اور تالاب سے پانی لا لا کر لوگوں کو دینے لگا۔ اس دوڑ دھوپ میں دو ایک بار پھسل کر گر بھی پڑا مگر کچھ پرواہ نہ کی۔ اس کے کپڑے بھی پانی میں بھیگ گئے۔ اللہ اللہ کر کے گھنٹہ بھر کی دوڑ دھوپ کے بعد سب نے آگ بجھالی۔ گھر کی عورتوں نے کہا اللہ "اللہ تعالیٰ نے سلیم میاں کو خوب وقت پر بھیج دیا، نہیں تو چاہے آگ بجھ جاتی مگر ہم سب اس کے اندر جل بھن جاتے۔"

آگ بجھنے کے بعد سلیم کو امتحان یاد آیا۔ اپنی کتاب کے پاس گیا۔ کتاب بھی کیچڑ میں لت پت تھی۔ اُسے اُٹھایا اور کتاب اور کپڑے سکھاتے ہوئے اسکول کی طرف بڑھا، کسی ضرورت سے جیب میں ہاتھ ڈالا تو پیسے اور قلم غائب۔ لوٹ کر ڈھونڈنے گیا، مگر جانے وہ کہاں گر گئے تھے۔ اس ہلڑ میں پتہ کیا لگتا۔ کچھ سوچتا ہوا سلیم پھر واپس ہوا۔ اسکول پہنچا۔ وہاں پرچہ ہو چکا تھا۔ اسکول کے باہر لڑکے اپنے اپنے جواب دوسروں سے ملا رہے تھے۔ سلیم کو جو اس حال میں دیکھا تو پوچھنے لگے۔ "ارے یہ کیا؟ کہاں
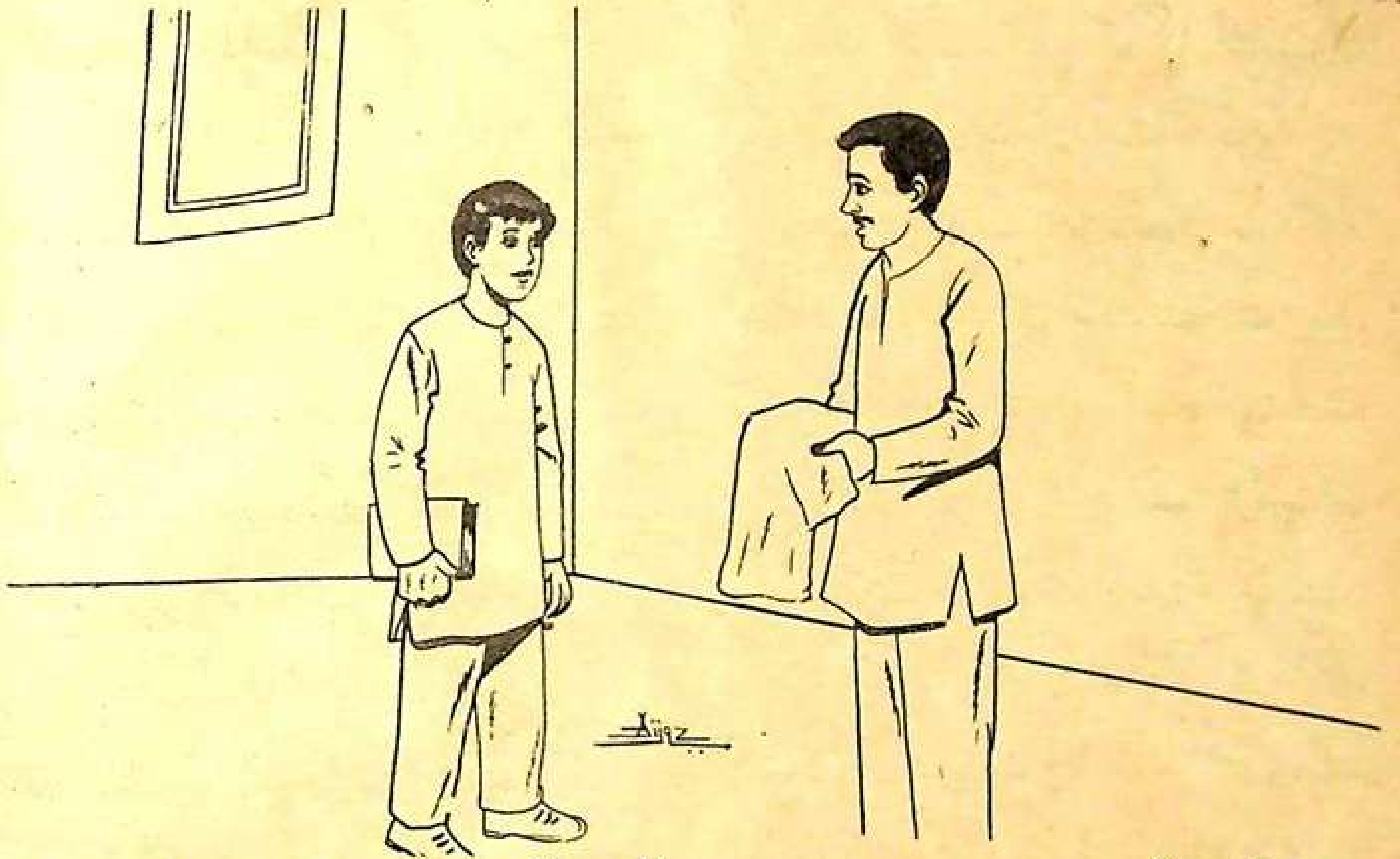
رہے جناب!"

سلیم نے سارا حال کہہ سُنایا۔ لڑکے سلیم کا مذاق اُڑانے لگے۔

"واہ حضرت! چلے ہیں بڑے نیک بننے، اور اس امتحان کا کیا ہوگا؟ نیکی کے بیسیوں موقع ہوتے ہیں۔ آج ہی کون سی جنّت چِھنی جارہی تھی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کو جانتے ہو۔ کتنے سخت آدمی ہیں۔"

سلیم یہ سب سُنتا رہا۔ اس نے اللہ کو خوش کرنے کے لئے ایک کام کیا تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا "آپ سب کے کہنے پر بھی مجھے اطمینان ہے کہ میں نے کچھ کھویا نہیں۔ اگر میں آج امتحان میں فیل ہوگیا تو کیا؟ کل جب اللہ میاں نتیجہ سُنائیں گے تو مجھے اُمید ہے کہ اللہ میاں مجھ پر اپنی رحمت نازل فرمائیں گے۔"

اس کے بعد سلیم گھر چلا آیا۔ اس نے گھر میں کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا۔ نتیجہ سُنانے کے دن وہ اسکول بھی نہیں گیا۔ جب ایک پرچہ کا امتحان نہیں دیا تو نتیجہ معلوم۔ سلیم کے ابا اماں نے کہا بھی تو ان سے کہہ دیا "نتیجہ معلوم ہو ہی جائے گا جاکر کیا کروں۔"

سلیم کے ابا اماں سمجھ گئے کچھ دال میں

کالا ہے۔ وہ حال پوچھنے لگے۔ ابھی سلیم نے
کچھ بتایا نہیں تھا کہ اسکول کا چپراسی آیا'
اس نے ایک پرچہ سلیم کے ابا کو دیا، پرچہ
پڑھ کر سلیم کے ابا مسکرائے۔ سلیم کو ساتھ
لیا اور اسکول جا پہنچے۔

سلیم کے ابا تو ہیڈ ماسٹر صاحب کے
کمرے میں چلے گئے اور سلیم کو اس کے
دوستوں نے گھیر لیا" ارے بھائی' مبارک
ہو' تم اول نمبر پاس ہوئے۔ نتیجہ سُناتے
سُناتے پہلے تو ہیڈ ماسٹر صاحب نے فرمایا
"سلیم فیل" پھر تعجب سے کہنے لگے' ایں! سلیم
فیل!! وہ تو بڑا تیز لڑکا ہے۔ پھر نتیجہ کے
فارم کو دیکھا بولے۔ اچھا ایک پرچہ میں
غائب ہی رہے حضرت' کیا بات تھی؟" ہم
نے حال بتایا تب تو ہیڈ ماسٹر صاحب بہت
خوش ہوئے اپنے قلم سے ۱۰۰ میں اسی نمبر
لکھ دیئے۔ اور تمہیں اپنا قلم انعام میں دیا
ہے' بھئی واہ سلیم میاں تمہاری بات بالکل
سچ رہی واقعی تم نے کچھ کھویا نہیں۔ اللہ تعالیٰ
آخرت میں تو اجر دیگا ہی اس نے تم کو
یہاں بھی سرخرو کیا۔ سچ ہے نیکی ہی ہے۔"

بچوں کی یہ ساری باتیں سُن کر سلیم
نے اللہ میاں کا شکر ادا کیا۔ پھر خوش
خوش اپنے ابا کے ساتھ گھر چلا آیا۔

گنجا طوطا

ولایت حسین مدراس

ایک بنیئے کے پاس ایک اچھی آواز والا ہرا طوطا تھا۔ وہ دُکان کی دیکھ بھال کرتا تھا اور گاہکوں سے مزے مزے کی باتیں بھی کرتا تھا۔ ایک دِن اس کا مالک کسی کام سے گھر گیا ہوا تھا۔ طوطا دُکان کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔ ایک بلی دُکان میں گھس آئی اور چوہے پر لپکی۔ بیچارا طوطا جان کے ڈر سے ایک طرف بھاگا۔ گھبراہٹ میں بادام کے تیل کی بوتلیں گر گئیں۔ تیل ساری دُکان میں پھیل گیا۔ تھوڑی دیر بعد دُکان کا مالک آیا تو یہ حال دیکھ کر آپے سے باہر ہو گیا

آؤ دیکھا نہ تاؤ طوطے کو چھڑی سے ایسا مارا کہ اس کا سر گنجا ہو گیا۔ حالانکہ اسے اس طرح نہیں مارنا چاہیئے تھا۔ طوطے کے دل کو دھکا لگا اس نے بات کرنا چھوڑ دی اب بنیئے کی دُکان پر چہل پہل نہ رہی۔ بنیا بہت پچھتایا اور افسوس کرنے لگا کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنا کاروبار ٹھپ کر لیا۔ بوکھلاہٹ میں کبھی طوطے کو مناتا کبھی قسم قسم تصویریں دکھاتا کہ شاید جوش میں آکر بول پڑے۔ کبھی اپنے آپ پر جھنجلاتا کہ مت ماری گئی تھی۔ جو میں نے ایسا کیا — بہت

سے جتن کیے کہ کسی طرح طوطا پھر بولنے لگے
مگر طوطے کو نہ بولنا تھا نہ بولا۔ کئی دنوں کے
بعد وہاں سے گزرنے والے ایک آدمی کے
سر پر بال نہ تھے طوطے نے جو اُسے دیکھا
تو ایک دم پکار اُٹھا "ارے بھائی گنجے،
تم یہاں گنجوں میں کیسے نکل آئے۔ معلوم
ہوتا ہے تم نے بھی بادام کا روغن گرایا
تھا؟؟

یہ سُنتے ہی طوطے کے مالک نے اسے
پیار کیا اور بولا "پیارے مٹھو! اب ناراضی
ختم کرو، آئندہ کبھی تمہیں نہیں پیٹوں گا۔"

وہ کون ہے؟

ولایت حسین مداس

دن ہوا رات گئی۔ خدا کا نام لو۔
کام کرو۔

سورج کس نے بنایا؟
چاند کس نے چمکایا؟
تارے کس نے جگمگائے؟
زمین کس نے بنائی؟
آسمان سے پانی کس نے برسایا؟
زمین سے سبزہ کون اُگاتا ہے؟
یہ بڑے بڑے پیڑ،
یہ اُونچے اُونچے پہاڑ،
کس نے بنائے؟
یہ دریا کس نے بہائے؟
وہ کون ہے؟ وہ اللہ ہے
وہی سب کا خدا ہے

لالچی لڑکا

محمد شمیم

کسی گاؤں میں دو لڑکے رہتے تھے۔ ایک کا نام کلّو تھا جو نیک دل تھا اور دوسرے کا نام میٹھو تھا یہ بے حد لالچی تھا۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ کلّو کھیت سے سبزی لینے جا رہا تھا اسے ایک زخمی چڑیا دکھائی دی، اسے وہ گھر لے گیا اور مرہم پٹی کر کے دیوار پر بٹھا دیا وہ اس کے کھانے پینے کا خیال رکھتا۔ کافی دن گزرنے کے بعد چڑیا کا زخم ٹھیک ہو گیا اور وہ اُڑنے لگی۔

ایک دن کلّو گھر میں بیٹھا تھا کہ چڑیا اُڑ کر آئی اور اسے ایک بیج دیا۔ کلّو نے بیج کو اپنے آنگن میں بو دیا۔ کچھ ہی عرصہ بعد بیج اس سے پودا نکلا اور بڑا درخت ہو گیا۔ چند دن بعد اس میں پھل لگنے لگے۔ ایک دن کلّو نے سوچا کیوں نہ اس درخت کا پھل توڑ کر کھایا جائے' یہ سوچ کر اس نے ایک پھل توڑا اور جب اس کو کاٹا تو اس کے اندر دو ہیرے رکھے تھے یہ دیکھ کر کلّو حیران گیا۔ کلّو نے

سوچا شاید یہ کسی نیکی کا پھل ہو، کلو نے ان بیروں کو بازار میں فروخت کیا تو بہت زیادہ رقم وصول ہوئی جس سے وہ آرام سے زندگی بسر کرنے لگا۔

جب ان حالات کا علم میٹھو کو ہوا تو اس نے ایک چڑیا کو پکڑا اور اس کی ٹانگ توڑ کر مرہم پٹی کی۔ چند دنوں بعد چڑیا کی ٹانگ اچھی ہو گئی اور چڑیا نے ایک بیج میٹھو کو دیا۔ لالچی میٹھو خوش ہو کر اسے لے آیا اور اس بیج کو اپنے صحن میں لگا دیا۔ رفتہ رفتہ پودا بڑھتا گیا اور اس میں پھل آنے لگے۔ ایک دن میٹھو کے گھر میں کوئی نہ تھا تو اس نے گھر کے تمام کھڑکی دروازے اور سارے سوراخ، بیر ے چھپانے کے لالچ سے بند کر دیئے اور پھر درخت سے پھل توڑ کر اسے کاٹا تو اس کی چیخ نکل گئی۔ اس پھل میں شہد کی مکھیاں تھیں۔ جو میٹھو کو چمٹ گئیں اور لہولہان کر دیا۔

بچو! اسی لئے کہتے ہیں لالچ بری بلا ہے۔

بدلہ

شمع ناز

بچّو! آپ کہانیاں تو پڑھتے اور سُنتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن آیئے آج ہم آپ کو ایک بہت ہی مزیدار کہانی سُنائیں۔

ایک جنگل میں سارس اور لومڑ رہتے تھے۔ اُن کی آپس میں کافی گہری دوستی تھی۔ دونوں ہی اپنے آپ کو بہت زیادہ ہوشیار اور چالاک سمجھتے تھے۔ ایک دن لومڑ نے سارس سے کہا۔ "میں بہت دن سے آپ کی دعوت کرنے کا پروگرام بنا رہا تھا۔ مگر ہر بار کوئی نہ کوئی مجبوری اور پریشانی سامنے آجاتی تھی۔ بہر حال کل دوپہر کا کھانا آپ میرے ساتھ کھائیے گا۔ میں آپ کا انتظار کروں گا۔"

سارس نے پہلے تو اپنے دوست سے منع کیا کہ "اِس کی کیا ضرورت ہے؟" مگر پھر لومڑ کے زیادہ کہنے سُننے سے اُس کی دعوت قبول کر لی۔

اگلے روز سارس وقت پر لومڑ کے یہاں پہنچ گیا۔ لومڑ اپنے دوست کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ بڑی عزّت سے اُسے بٹھایا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد دستر خوان بچھا کر کھیر سے بھری ہوئی ایک پلیٹ لاکر رکھ دی اور کہا۔

"بسم اللہ کیجئے۔"

بھولے بھالے سارس کو لومڑ کی چالاکی اور مکّاری کا کچھ علم نہیں تھا۔ اُس نے کھانا شروع کر دیا۔ سارس کی چونچ تو لمبی تھی۔ وہ بھلا پھیلی ہوئی

پلیٹ میں کھیر کس طرح کھا سکتا تھا؟
بس تھوڑی سی کھیر اُس کی چونچ میں آتی
اور وہ اُسے ہی حلق میں اُتار لیتا۔

لیکن لومڑ نے ذرا سی دیر میں پلیٹ
چاٹ کر صاف کر دی۔ بے چارہ سارس
بھوکا رہ گیا۔ اُسے لومڑ کی اِس چالاکی
اور بدتمیزی پر بہت غصّہ آیا۔ سارس
نے لومڑ سے تو کچھ نہیں کہا۔ مگر اپنے دل
میں یہ ٹھان لیا کہ میں اپنی بے عزّتی کا
"بدلہ" ضرور لوں گا۔

لٰہذا چلتے وقت سارس نے پہلے تو
لومڑ کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اگلے دن کے
لئے اُس نے لومڑ کو اپنے یہاں کھانے
کی دعوت دے دی۔ لالچی لومڑ فوراً
راضی ہو گیا۔

اگلے دن جب لومڑ بن ٹھن کر سارس
کے یہاں پہونچا تو سارس نے ایک
صراحی مچھلیوں سے بھری ہوئی کھانے کی
میز پر لا کر رکھ دی اور لومڑ سے کہا۔
"بلا تکلّف شروع کیجئے۔"

لومڑ بہت اُچھلا کودا۔ مگر اُس کا
مُنھ صراحی کے مُنھ تک نہ جا سکا۔ وہ
اسی طرح اُچھلتا کودتا رہا اور سارس
مزے لے کر مچھلیاں کھاتا رہا۔ آخر
کار اپنے آپ کو سب سے زیادہ چالاک
سمجھنے والا لومڑ بھوکا رہ گیا اور اس طرح
سارس نے اپنا بدلہ لے لیا۔

ایک وکیل دوسرے وکیل سے: "اگر میں جھوٹا اور گدھا ہوں تو تم نمبر ایک کے گدھے ہو۔"

جج: "آپ دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا کہیں تو مقدمہ شروع کردوں؟"

(مرسلہ: افتخار احمد عبدالغنی۔ امراوتی)
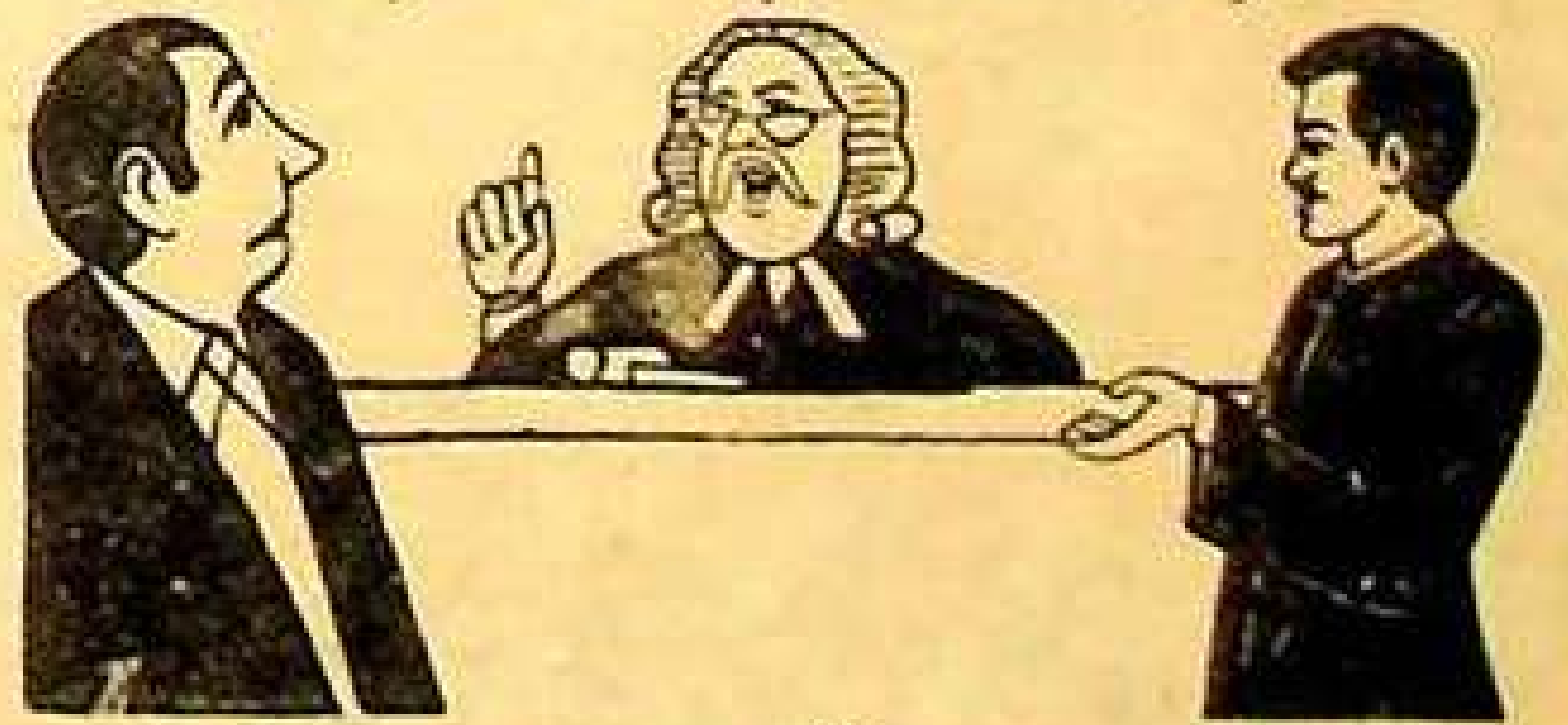
مالک: (نوکر سے) دیکھو ہر کام میرے کہنے کے مطابق ہی کرنا ہوگا۔

نوکر: (تھوڑی دیر بعد) مالک جی دودھ بلی پی رہی ہے کیا اُسے بھگا دوں۔

(ولایت حسن مداس ــ مرڈیشور)

کلیم: میرے پاپا سڑک پار کرتے وقت بہت ڈرتے ہیں۔

ندیم: اچھا، لیکن تمھیں کیسے معلوم؟

کلیم: سڑک پار کرتے وقت وہ میری انگلی پکڑ لیتے ہیں۔

(سید عبدالماجد غوری ــ نلگنڈہ)

وکیل: "تمھارا مقدمہ کوئی بے وقوف وکیل ہی لڑ سکتا ہے۔"

دیہاتی: "اسی لیے تو میں آپ کے پاس آیا ہوں۔"

(مرسلہ: ولایت حسین مداس ــ مرڈیشور)

سویرا

(مرسلہ: صدیقی مہرالنساء [illegible] — مالیگاؤں)

رات جہاں میں اور سماں تھا
چھایا تھا ہر سمت اندھیرا
نیچے جگنو اوپر تارے
کیسے اچھے کیسے پیارے

صبح گگن پر سورج اُبھرا
پھیل گیا ہر سمت اُجالا
اور ہوئی ہے دنیا روشن
پورب، پچھم، اُتر، دکھن

نیلے، پیلے، بھورے، اُودے
رنگ برنگ کے ہر سو پودے
ڈالی ڈالی چڑیاں چہکیں
کیاری کیاری کلیاں مہکیں

پھول کھلے ہیں پات ہرے ہیں
اور پھلوں سے پیڑ لدے ہیں
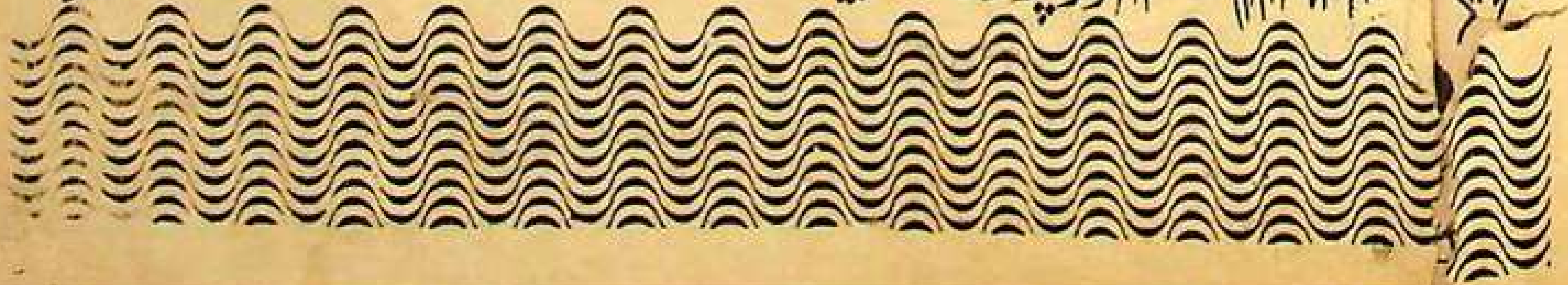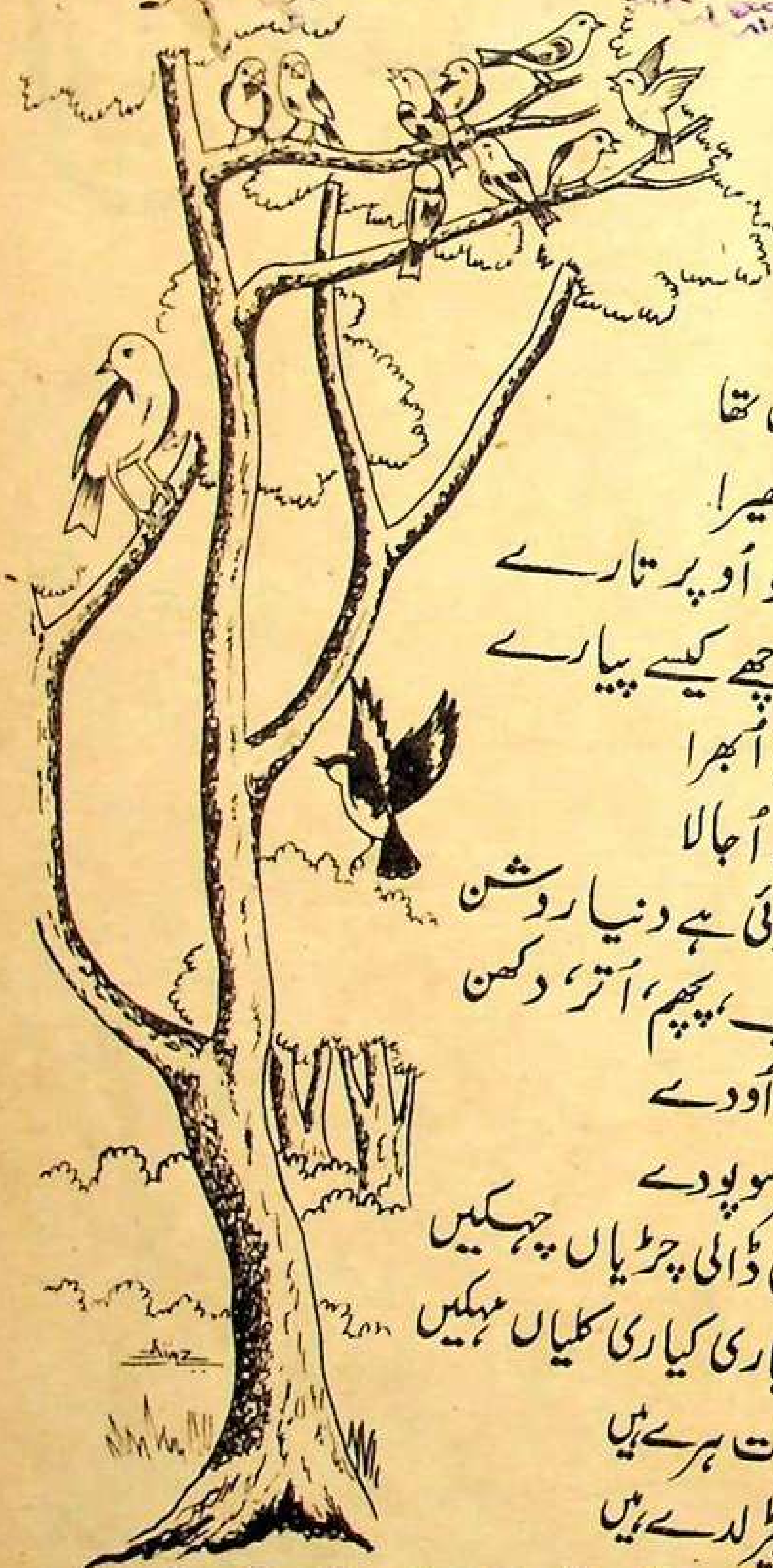
لالچ کا پھل

قسط ۱

بہت پہلے کسی جنگل میں ایک گیدڑ رہا کرتا تھا۔ وہ اکثر پاس کے گاؤں سے مُرغیاں چُرا کر کھایا کرتا تھا۔

وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ وہ بوڑھا ہوگیا اور اُس میں شکار کرنے کی بھی طاقت نہ رہی۔ جب اُسے بھوکے رہتے ہوئے بہت دن ہوگئے تو...
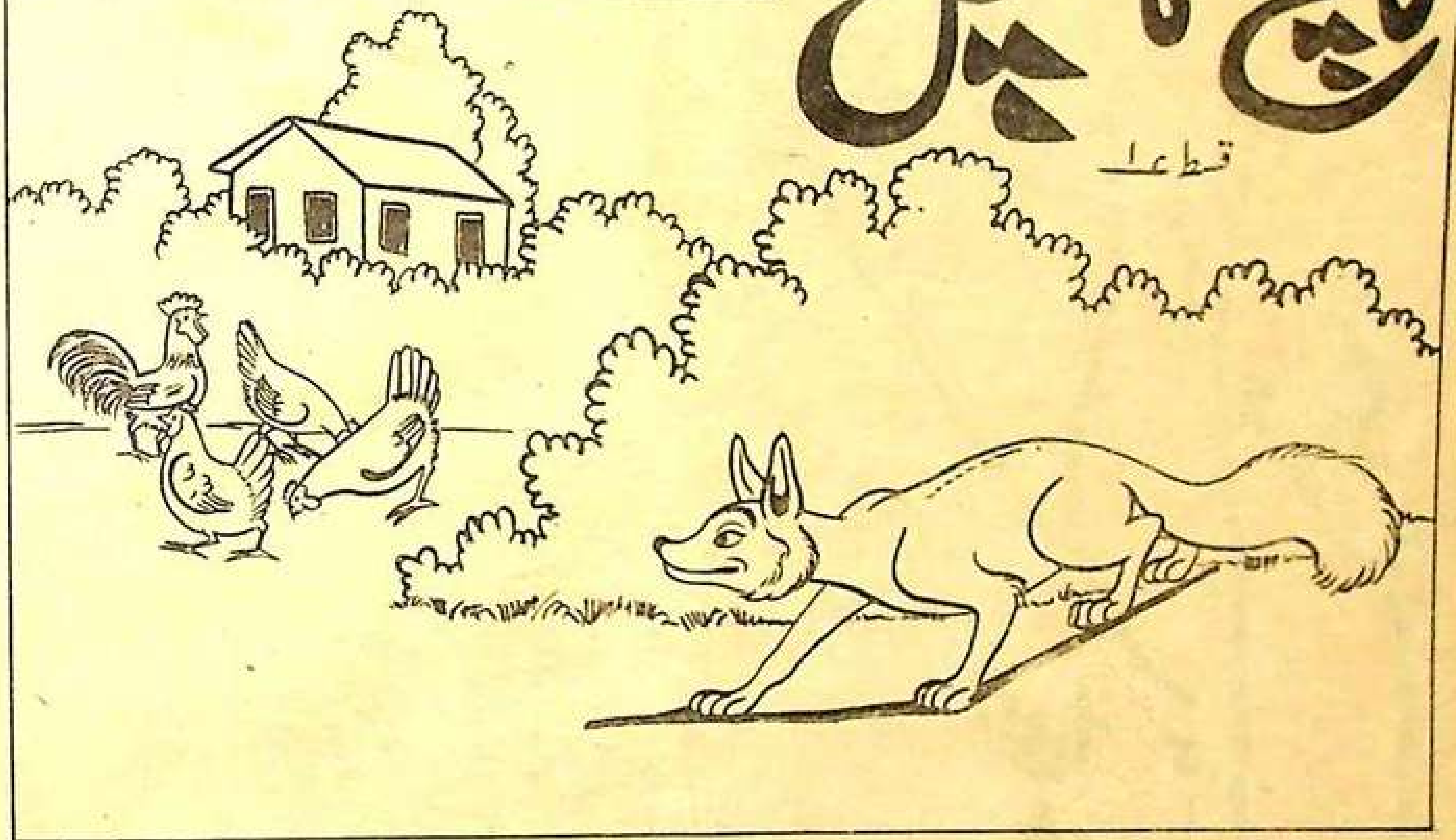
اگلے دن صبح وہ بہت ہی نیک اور سیدھے سادھے فقیروں کی طرح بن کر گاؤں کی طرف گیا۔

گاؤں میں اُسے ایک مرغ نے دیکھا۔
ککڑوں کوں.... گیدڑ بھائی! یہ سادھوں کا حلیہ بنائے کیوں پھر رہے ہو۔ تم چھوٹے جانوروں کو دھوکا دیکر انھیں کھانا چاہتے ہو... ککڑوں کوں....
تمھیں دھوکا ہوا ہے مرغ بھائی! میں کوئی ڈھونگ نہیں کر رہا ہوں۔ میں نے سچ مچ سب کچھ چھوڑ دیا ہے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرلی ہے۔ اب باقی عمر عبادت میں گذاروں گا۔
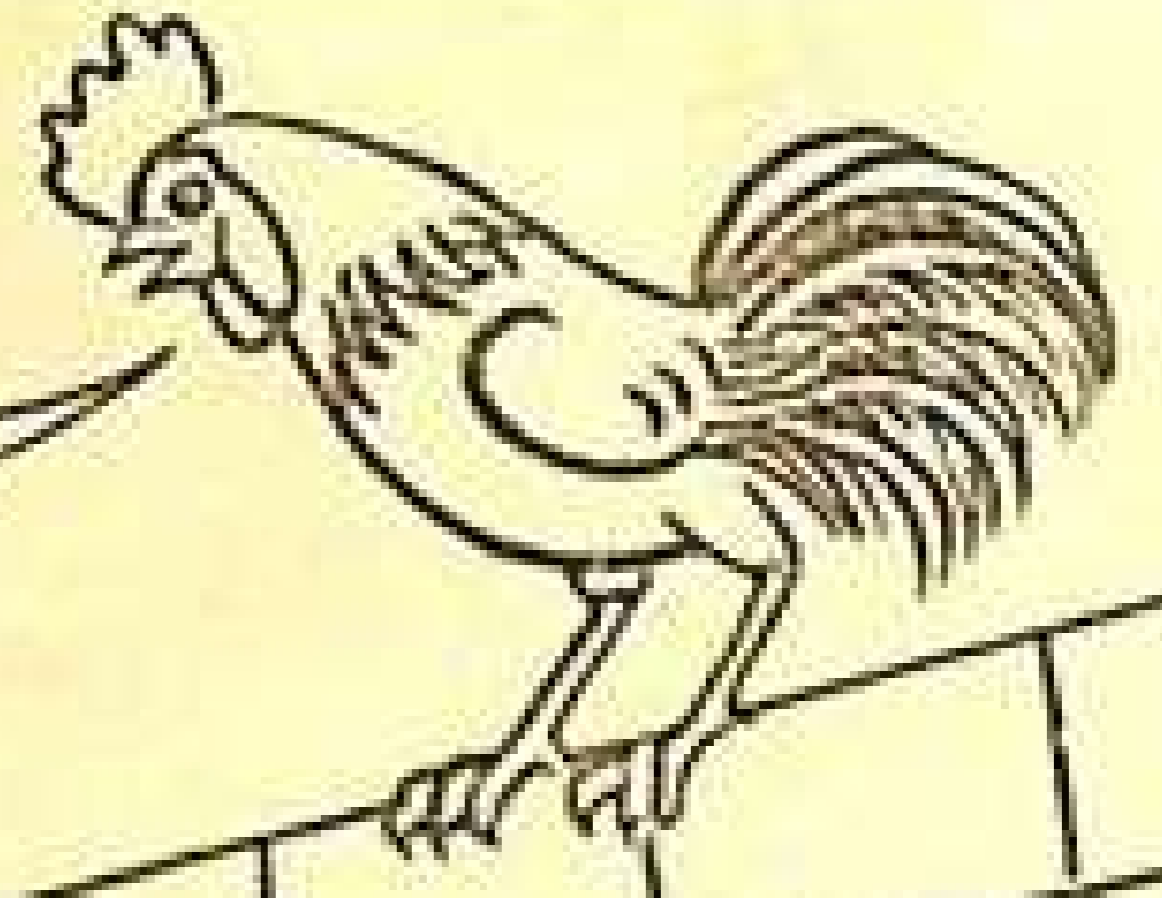
اس کا کیا ثبوت ہے کہ تم جو کہہ رہے ہو وہ سچ ہے؟
کیا میرے ہاتھ میں تسبیح (جو میں پڑھ رہا ہوں) نہیں دیکھ رہے ہو؟ اگر تم کو اور بھی ثبوت چاہیئے تو سنو....

..... میں نے ایک باغیچہ دیکھا ہے۔ جس میں کئی قسم کے پھلوں کے پیڑ ہیں اور اُس کے پاس ہی مکا کا ایک کھیت بھی ہے۔ کھیت میں بہت سی مکا بکھری پڑی ہے۔ اب ان چیزوں سے اچھی کھانے کی چیزیں مجھے کیا مل سکتی ہیں؟
گیدڑ کی بات سُنکر مُرغ کے مُنہ میں پانی بھر آیا۔
گیدڑ بھائی! کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ کیا وہاں یہ سب چیزیں ہیں...؟...
اگر میں اس بڑھاپے میں جھوٹ بولوں گا تو کیا میں سیدھا دوزخ میں نہیں جاؤں گا:

مُرغ اُس کی باتوں میں آگیا۔
گیدڑ بھائی کیا تم مجھے بھی اُس باغیچہ تک لے جا سکتے ہو؟ تھوڑا بہت دانہ میں بھی کھا لوں گا۔
ہاں۔ ہاں۔ کیوں نہیں؟ تم میرے ساتھ وہاں چل سکتے ہو۔

اس طرح گیدڑ نے مُرغ کو لالچ دے کر اپنے ساتھ لے لیا۔
یہ تو بہت آسانی سے میرے جال میں پھنس گیا۔ چلو آج کے کھانے کا انتظام تو ہو گیا۔

راستے میں ایک مُرغی کی نظر اُن پر پڑی۔
ارے! یہ دھوکے باز گیدڑ مُرغ کو کہاں لے جا رہا ہے۔ ؟

او مرغ! یہ مکار گیدڑ تمھیں دھوکا دے کر تمھیں کھانے کے لئے اپنی ماند میں لے جا رہا ہے۔
؟؟؟
؟؟؟

اے مُرغی! ایسی گندی بات مت کہہ گیدڑ اب بوڑھا ہو گیا ہے اور اُس نے جانوروں اور پرندوں کو کھانا چھوڑ کر سادھو ہو گیا ہے۔ اُس نے کسی کو نہ ستانے کی قسم کھائی ہے۔
لیکن میں کیسے یقین کروں کہ واقعی میں وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا؟

گیدڑ نے مجھے کھانے کے لئے ایسی جگہ بتائی ہے جہاں ایک کھیت ہے۔ جس میں مکّا کے دانے بکھرے پڑے ہیں۔۔۔ہم دونوں وہیں جارہے ہیں۔

گیدڑ بھائی! کیا یہ سچ ہے؟
بے شک! یہ سب سچ ہے۔ کیا تمھیں مرغ کی باتوں کا یقین نہیں ہے!
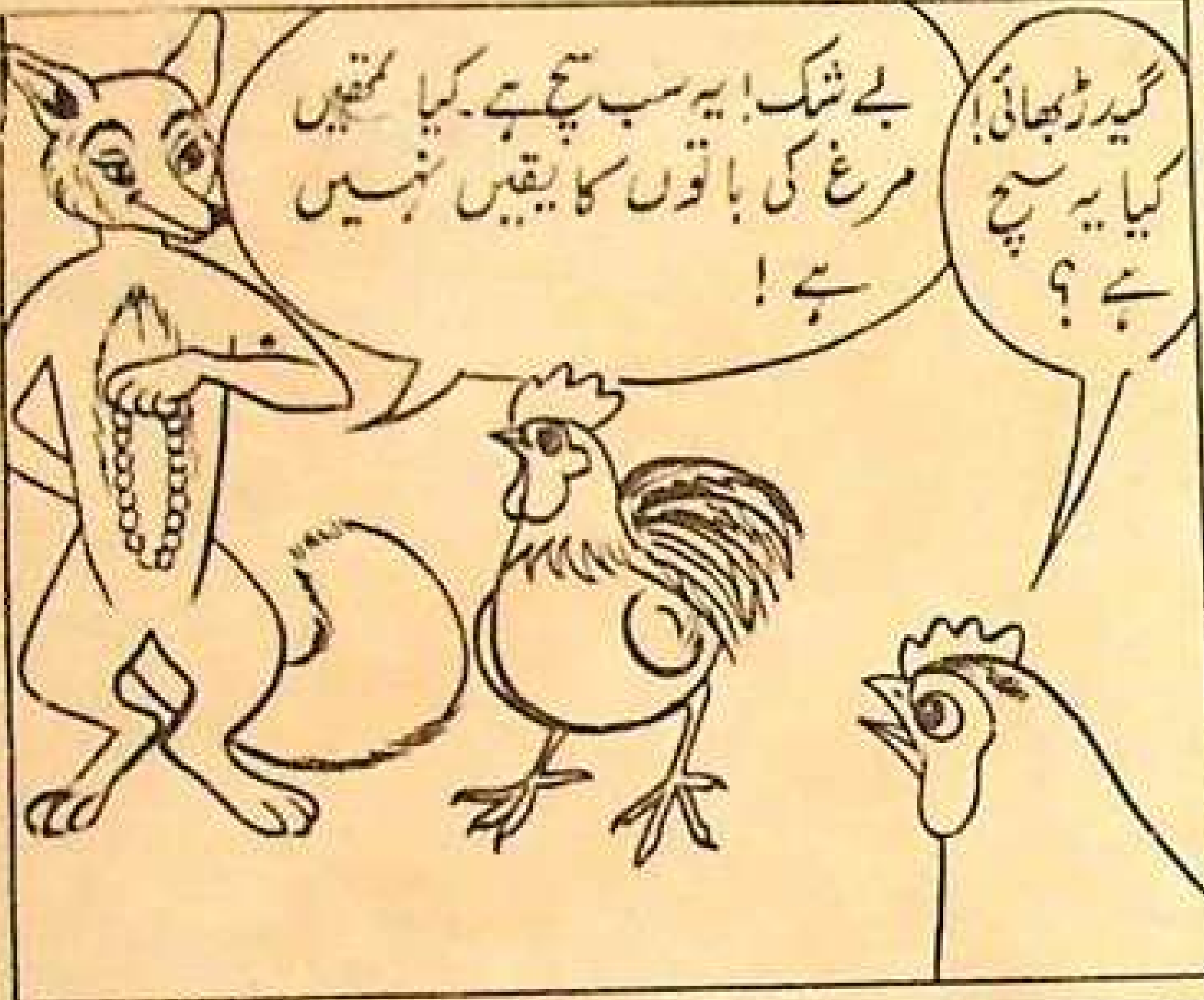
مُرغی للچا گئی۔
گیدڑ بھائی! کیا مجھے بھی وہاں لے چلوگے؟ تھوڑا بہت دانہ میں بھی چگ لوں گی۔
ہاں۔ ہاں۔ کیوں نہیں؟ تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔
مرغی بھی اُن کے ساتھ چل پڑی۔
اہا! اب تو شام کے کھانے کا بھی انتظام ہوگیا۔ اب مجھے کوئی فکر نہیں۔
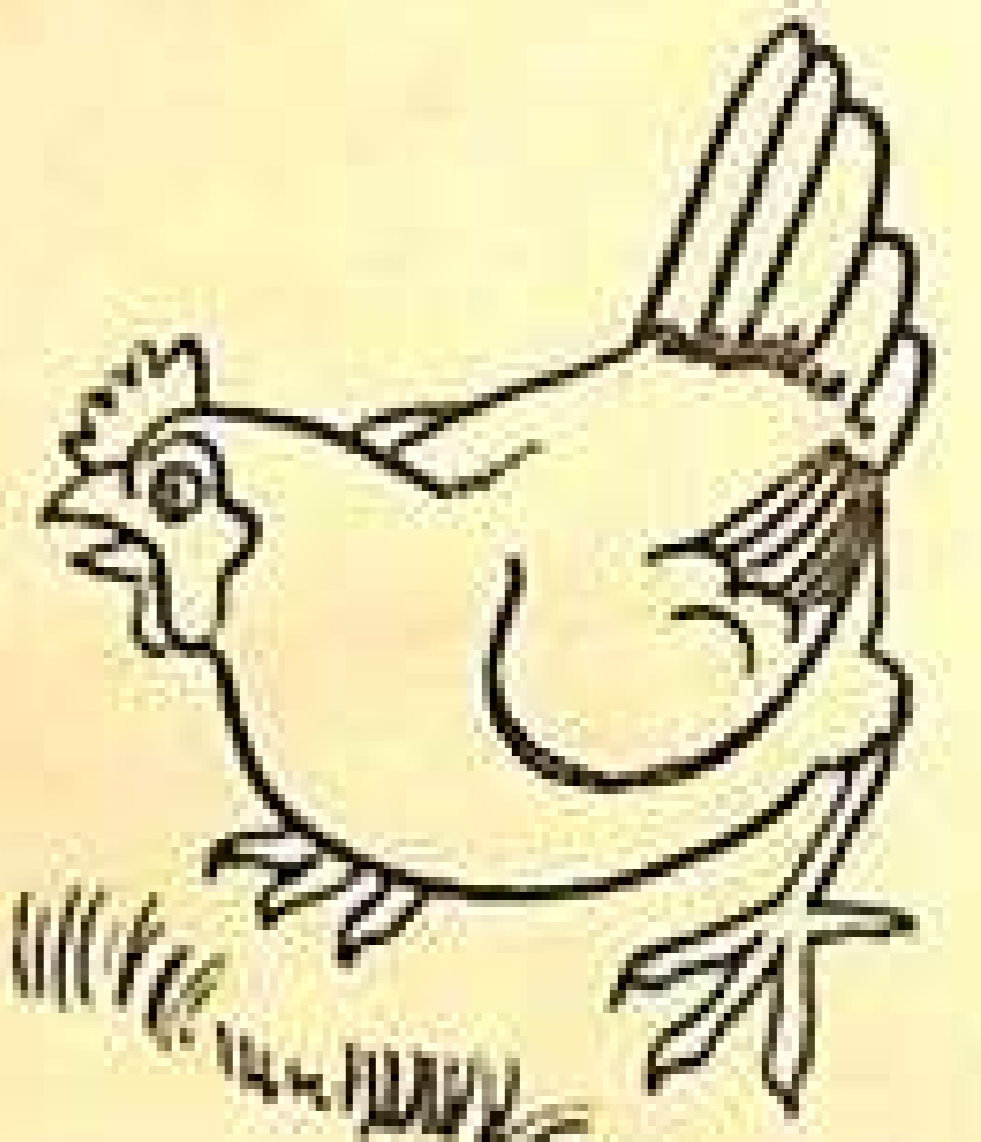
لیکن ابھی وہ کچھ ہی دور چلے تھے کہ۔۔۔۔
ارے یہ کیا؟
اوہ! چالاک کبوتر!
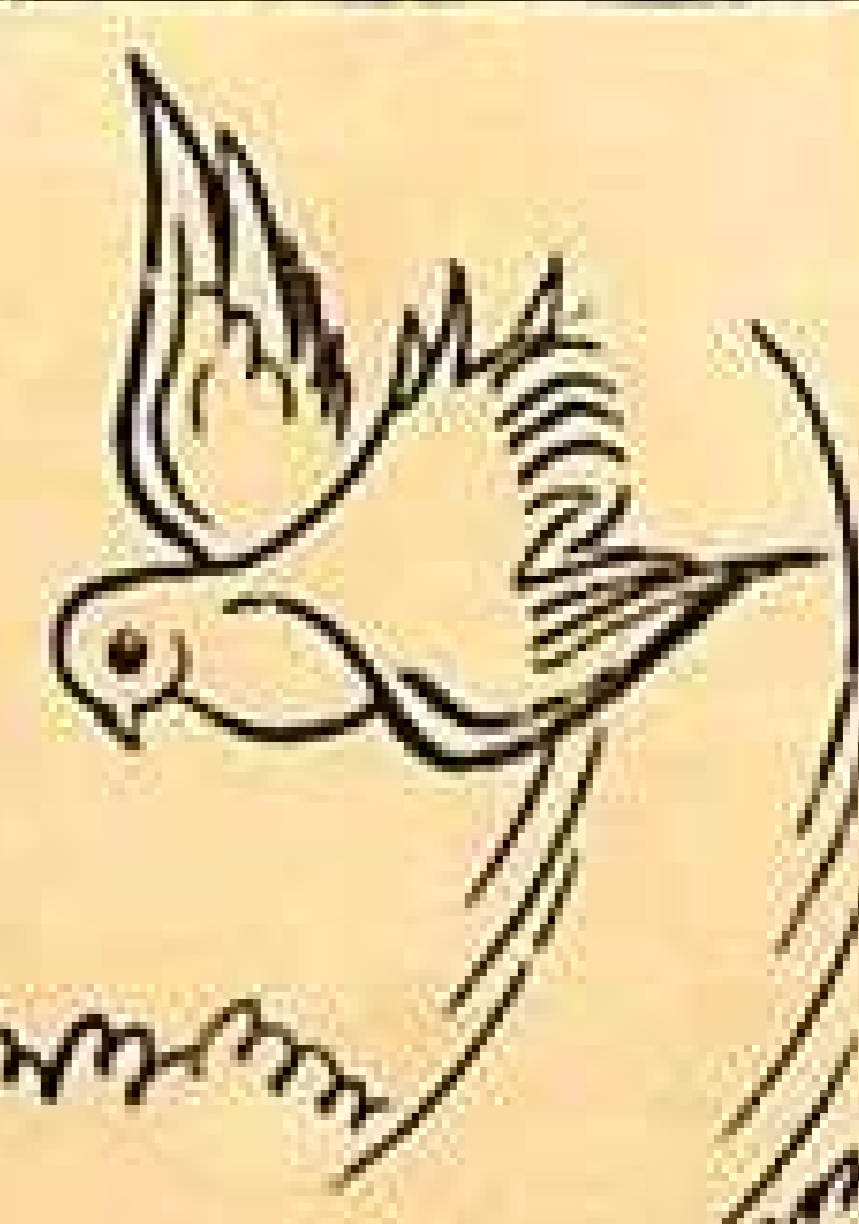
اگر یہ بھی لالچ میں پھنس جائے تو میرے کل تک کے کھانے کا انتظام ہوجائے گا

عقل مند خرگوش

قسط نمبر ۳

ابراہیم عزوز
احمد اُسامہ لاری

خرگوش بھیڑیئے کی نظر بچا کر ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا۔ اور بھیڑیئے کو دیکھنے لگا۔ بھیڑیئے نے رُک کر چاروں طرف دیکھا اور جب اس کو اطمینان ہوا کہ خرگوش اس کو نہیں دیکھ رہا ہے، تو وہ ایک ماہر چور کی طرح تالاب کی طرف چلا گیا جس سے وہ پانی پیتا تھا اور جس کا راز تمام جانوروں سے چھپا ہوا تھا۔ پھر اس نے تالاب سے پانی پیا۔ اور تالاب کے کنارے خوشی خوشی کھڑا رہا۔ پھر اس نے اپنے دل میں کہا' الحمدللہ میں
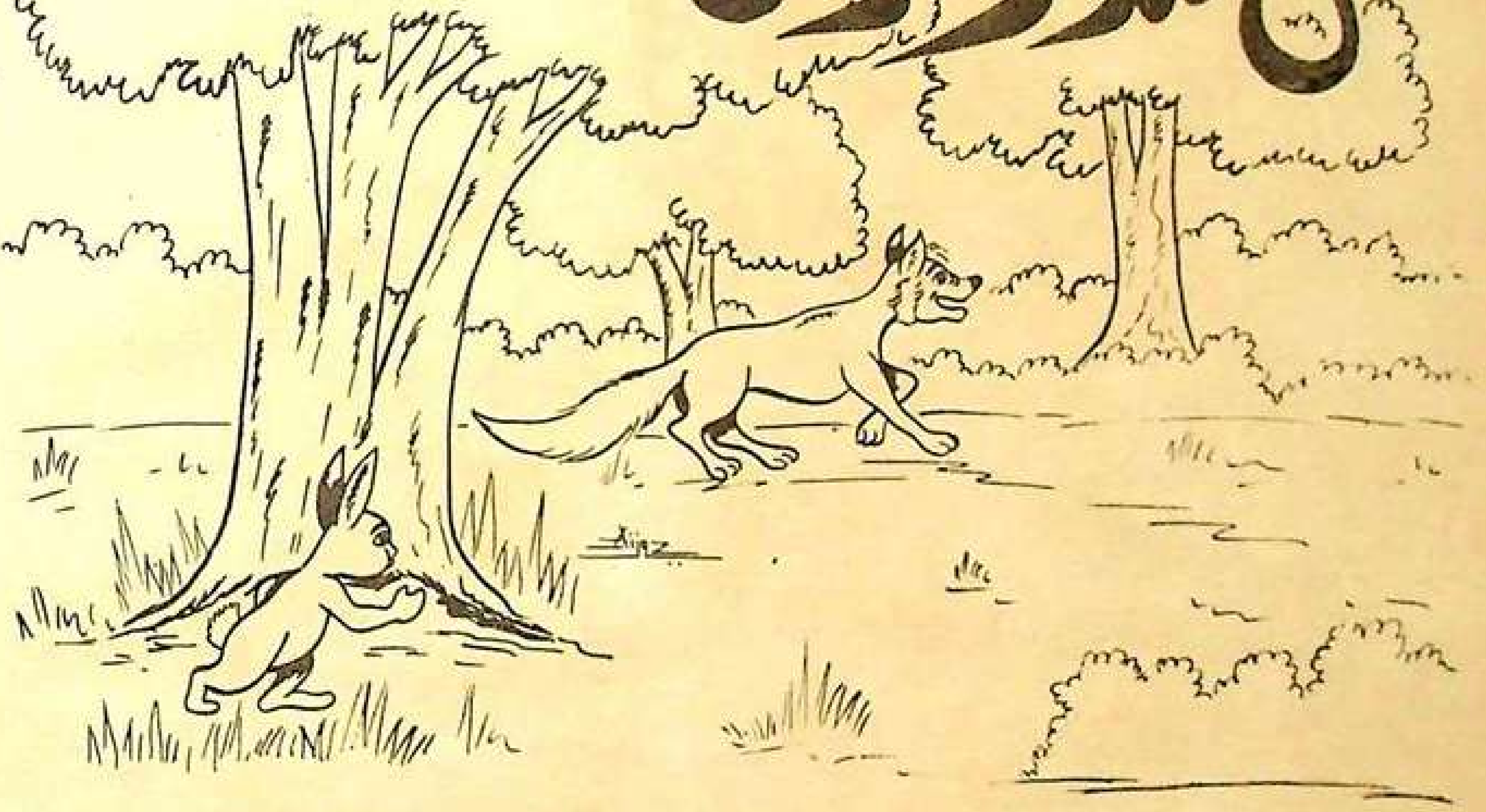
اس تالاب کا راز تمام جانوروں سے اور خرگوش سے ایک مدت تک چھپا کر رکھ سکا۔ اگر خرگوش کو اس کے راستے کا علم ہو جائے گا تو تمام جانوروں کو اس کے بارے میں بتا دے گا۔ وہ سب پانی پی جائیں گے اور سیراب ہو جائیں گے۔ اور یہ بات بھی ہے کہ تمام جانوروں کے پی لینے سے اس کا پانی ختم ہو جائے گا۔ اس لیے میں نہیں چاہتا کہ میرے سوا کوئی دوسرا اس سے پانی پیئے چاہے وہ مر ہی کیوں نہ جائے۔

ابھی بھیڑیا تالاب کی خوب صورتی سے لطف لے رہا تھا اور یہ بُری باتیں اپنے دل میں سوچ رہا تھا اور ادھر خرگوش راکھ کو دیکھتا ہوا تالاب تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اچانک خرگوش اس کے سامنے آ گیا' بھیڑیا اس کو دیکھ کر کانپ اٹھا.... لیکن اس نے جلدی سے کہا۔" آہ! اے میرے دوست تم بھی پہنچ گئے۔ نجومی اپنے علم میں بہت ماہر ہے۔ مجھے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ یہ تھیلی مجھے آگے گھسیٹ رہی ہے۔ اور منزل کی طرف رہنمائی کر رہی ہے۔ یہاں تک کہ میں یہاں پہنچ گیا۔ میرا گمان ہے کہ تھیلے نے یہاں پہنچنے میں تمھاری رہنمائی اسی طرح کی ہے۔ جس طرح اس نے میری رہنمائی کی ہے۔ اے میرے دوست کیا یہ صحیح نہیں ہے؟"

لیکن خرگوش نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ اس نے افسوس سے کہا" تم یہاں کیا کر رہے تھے؟ کیا تم نے پانی نہیں پیا؟"

بھیڑیئے نے جواب دیا" بے شک میں

بھیڑیا اس بات سے لرز گیا۔ اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا "اے میرے دوست تم کیا کہہ رہے ہو؟ تم نے پہلے مجھے پانی کے خطرے سے کیوں آگاہ نہیں کیا؟ کیا تم اس تالاب کو جانتے تھے؟ اور کیا اس میں جو خطرہ ہے اس کو بھی جانتے تھے؟ تم کیا کہہ رہے ہو؟ مجھے بتاؤ میری حیرت دُور کر دو"

خرگوش نے روتے ہوئے جواب دیا "ہاں! میں اس تالاب کو پہلے سے جانتا

نے پانی پیا ہے۔ کیا میں پانی پیئے بغیر ایک لمحہ بھی زندہ رہ سکتا تھا؟ جب میں نے اپنے سامنے پانی دیکھا تو اس میں اُتر گیا اور پانی پیا اور اپنا جسم دھویا۔ اور اندرونی پیاس کی شدت کو ٹھنڈا کیا۔ خرگوش نے ایک چیخ ماری اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اس نے کہا "میں نے تمہارے حق میں خطا کی، میرے لئے ضروری ہے کہ میں پانی کے اندر جو خطرہ ہے اس سے تم کو واقف کراؤں"

تھا اور اس کے خطرے کو بھی۔ یہ وہ طلسمی[۲] تالاب نہیں جس کو نجومی ہم سے تلاش کروانا چاہتا تھا۔"

بھیڑیئے کو بڑا تعجب ہوا۔ اس نے کہا... لیکن اس میں کونسا خطرہ ہے؟ میں نے ابھی پانی پیا ہے۔ مجھے تو کوئی تکلیف محسوس نہیں ہو رہی ہے۔"

خرگوش نے خوف کا اظہار کرتے ہوئے کہا" کوئی حرج نہیں۔ خدا تم کو اس نقصان سے محفوظ رکھے۔ مجھے معلوم ہے کہ جو اِس تالاب کا پانی پیتا ہے اُسے کھجلی ہو جاتی ہے پھر تکلیف آہستہ آہستہ بڑھتی جاتی ہے اور جِسم پھٹ جاتا ہے، اس سے گوشت گرنے لگتا ہے۔ لیکن مجھے خدا سے اُمید ہے کہ وہ تمھیں اس سے محفوظ رکھے گا۔"

پھر وہ بھیڑیئے کے قریب گیا اور کہنے لگا کہ تمھیں کھجلی تو نہیں ہو رہی ہے؟ بھیڑیئے کا دل خوف سے بھرا ہوا تھا۔ اس کو خرگوش کی کہی ہوئی بات سچ لگنے لگی۔ باوجود اس کے کہ وہ اس سے کئی مرتبہ پانی پی چکا تھا

۱۔ رہنمائی کرنا (راستہ دکھانا) ۲۔ طلسمی (جادوئی)

مگر اس کو تکلیف کا احساس نہیں ہوا تھا
لیکن اس کو اب اپنے جسم پر واقعی کھجلی
محسوس ہونے لگی۔ اس نے کہا "ایسا لگ رہا ہے
کہ کوئی پسو مجھے ڈنک مار رہا ہے"

خرگوش نے اپنی خوشی چھپاتے ہوئے
کہا "یہ خطرے کی پہلی نشانی ہے۔ دوسرے
جانور بھی اس تالاب سے پانی پیتے ہیں۔ ان
کا مرض بھی اسی طریقے سے شروع ہوتا ہے
بہتر ہے کہ اب تم گھر چلے جاؤ۔ میں طلسمی تالاب
کی تلاش چھوڑتا ہوں، اور تمہارے ساتھ
گھر چلتا ہوں۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ تم
اکیلے گھر جاؤ جب کہ تم مریض ہو" (باقی آئندہ)

تتلی

(مرسلہ:- ذکیہ کاظمی ـــ نلگنڈہ)

پھولوں پر وہ اُڑ رہی ہے تتلی
اُودی، کالی، لال، پیلی

قدرت نے عجیب پر دیئے ہیں
پھولوں سے پھول دھر دیئے ہیں

کیا ڈھنگ ہیں کیا کیا نئے نئے رنگ ہیں
جس نے دیکھا وہ رہ گیا دنگ

یہ آئی، وہ گئی، یہ اُتری وہ
پر تول کے پھول پر وہ بیٹھی

کہتا ہے جو کوئی دیکھتا ہے
پریوں کا ناچ ہو رہا ہے

تلاش کرو

نیچے کی تصویر میں کیا ہے — کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے؟
ہم بتائے دیتے ہیں کہ کچھ جانور ہیں۔
اگر آپ انھیں تلاش کرنا چاہیں تو نقطوں والے
خانوں میں رنگ بھریں اور دیکھیں۔

Regd. No. MRD. 109 1992

BACHCHON KA HILAL RAMPUR, U.P.